انا خاتم النبیین لا نبی بعدی
خاتم
النبیین
حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ ۰ اما بعد!

ملکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیین!

سرور دو عالم، فخر بنی آدم، آقائے دو جہاں، نبی عالمین، امام النبیین، شفیع المذنبین، رحمۃ للعالمین حضرت سیدنا ومولانا وشفیعنا محمد ﷺ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ وسلم محض نبی ہی نہیں بلکہ خاتم النبیین ہیں اور ختم کے معنی انتہا کر دینے اور کسی چیز کو انتہا تک پہنچا دینے کے ہیں۔ اس لئے خاتم النبیین کے معنی نبوت کو انبیاء تک پہنچا دینے کے ہوئے اور کسی چیز کے انتہا تک پہنچ جانے کی حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنی آخری حد پر آجائے کہ اس کے بعد کوئی اور درجہ اور حد باقی نہ رہے جس تک وہ پہنچے۔ اس لئے ختم نبوت کے معنی یہ ہوئے کہ نبوت اپنے تمام درجات و مراتب کی آخری حد تک آگئی اور نبوت کا کوئی درجہ اور مرتبہ باقی نہیں رہا کہ جس تک وہ آئے اور اس کے لئے حرکت کر کے آگے بڑھے۔

اس لئے ”خاتم النبیین“ کے حقیقی معنی یہ نکلے کہ خاتم پر نبوت اور کمالات نبوت کے تمام مراتب پورے ہوگئے اور نبوت اپنے علمی واخلاقی کمالات کے ایک ایسے انتہائی مقام پر آگئی کہ بشریت کے دائرہ میں نہ علمی کمال کا کوئی درجہ باقی رہا، نہ اخلاقی قدروں کا کوئی مرتبہ کہ جس کے لئے نبوت خاتم سے گزر کر آگے بڑھے اور اس درجہ یا قدر تک پہنچے۔

اس سے واضح ہوگیا کہ ختم نبوت کے معنی قطع نبوت یا انقطاع رسالت کے نہیں بایں معنی کہ نبوت کی نعمت باقی نہ رہی یا اس کا نور عالم سے زائل ہوگیا بلکہ تکمیل نبوت کے ہیں جس کا حاصل یہ ہوا کہ خاتم النبیین ﷺ کی ذات پر تمام کمالات نبوت اپنی انتہا کو پہنچ کر مکمل ہوگئے جو اب تک نہ ہوئے تھے اور اب جو نبوت دنیا میں قائم ہے وہ خاتم کی ہے۔ اس کامل نبوت کے بعد کسی نئی نبوت کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ نہ یہ کہ نبوت دنیا سے منقطع ہوگئی اور چھین لی گئی۔ معاذ اللہ۔ اس کا قدرتی ثمرہ یہ نکلتا ہے کہ نبوت جب سے شروع ہوئی اور جن کمالات کو لے کر شروع ہوئی اور آخر کار جس حد پر آ کر رکی اور ختم ہوئی اس کے اول سے لے کر آخر تک جس قدر بھی کمالات نبوت دنیا میں وقتاً فوقتاً آئے اور طبقہ انبیاء میں سے کسی کو ملے وہ سب کے سب خاتم النبیین میں آکر جمع ہوگئے۔ جو خاتم سے پہلے اس کمال جامعیت کے ساتھ کسی میں جمع نہیں ہوئے تھے۔ ورنہ جہاں

بھی اجتماع ہوتا وہیں پر نبوت ختم ہوجاتی اور آگے بڑھ کر یہاں تک نہ پہنچتی۔ اس لئے ''خاتم النبیین'' کا جامع علوم نبوت جامع اخلاق نبوت جامع احوال نبوت اور جامع جمیع شئون نبوت ہونا ضروری ٹھہرا جو غیر خاتم کے لئے نہیں ہوسکتا تھا اور نہ وہی خاتم بن جاتا۔

اور ظاہر ہے کہ جب ان ہی کمالات علم وعمل پر شریعتوں کی بنیاد ہے جو اپنی انتہائی حدود کے ساتھ خاتم النبیین میں جمع ہوکر اپنے آخری کنارہ پر پہنچ گئے جن کا کوئی درجہ باقی نہ رہا کہ اسے پہنچانے کے لئے خدا کا کوئی اور نبی آئے تو اس کا صاف مطلب یہ نکلا کہ شریعت اور دین بھی آکر خاتم پر ختم یعنی مکمل ہوگیا اور شریعت ودین کا بھی کوئی تکمیل طلب حصہ باقی نہیں رہا کہ اسے پہنچانے اور مکمل کرنے کے لئے کسی اور نبی کو دنیا میں بھیجا جائے۔ اس لئے خاتم النبیین کے لئے خاتم الشرائع، خاتم الادیان اور خاتم الکتب یا بالفاظ دیگر کامل الشریعت، کامل الدین اور کامل الکتاب ہونا بھی ضروری اور قدرتی نکلا۔ ورنہ ختم نبوت کے کوئی معنی ہی نہیں ہوسکتے تھے اور ظاہر ہے کہ کامل ہی ناقص کے لئے ناسخ بن سکتا ہے نہ کہ برعکس۔ اس لئے شریعت محمدی بوجہ اپنے انتہائی کمال اور ناقابل تغیر ہونے کے سابقہ شرائع کو منسوخ کرنے کی حقدار ٹھہرتی ہے اور ظاہر ہے کہ ناسخ آخر میں آتا ہے اور منسوخ اس سے مقدم ہوتا ہے۔ اس لئے اس شریعت کا آخر میں آنا اور اس کے لانے والے کا سب کے آخر میں مبعوث ہونا بھی ضروری تھا۔ اس لئے خاتم النبیین ہونے کے ساتھ آخر النبیین بھی ثابت ہوئے کہ آپ کا زمانہ سارے انبیاء کے زمانوں کے بعد میں ہو۔ کیونکہ آخری عدالت جو ابتدائی عدالت کے فیصلوں کو منسوخ کرتی ہے آخر ہی میں رکھی جاتی ہے۔

پھر ساتھ ہی جب کہ خاتم النبیین کے معنی منتہائے کمالات نبوت کے ہوئے کہ آپ ہی پر آکر ہر کمال ختم ہوجاتا ہے تو یہ ایک طبعی اصول ہے کہ جو وصف کسی پر ختم ہوتا ہے اس سے شروع بھی ہوتا ہے جو کسی چیز کا منتہاء ہوتا ہے وہی اس کا مبداء بھی ہوتا ہے اور جو کسی شے کے حق میں خاتم یعنی مکمل ہوتا ہے۔ وہی اس کے حق میں فاتح اور سرچشمہ بھی ہوتا ہے۔ ہم سورج کو کہیں کہ وہ خاتم الانوار ہے جس پر نور کے تمام مراتب ختم ہوجاتے ہیں تو قدرتاً اسی کو سرچشمہ انوار بھی ماننا پڑے گا کہ نور کا آغاز اور پھیلاؤ بھی اسی سے ہوا ہے اور جہاں بھی نور اور روشنی کی کوئی جھلک ہے وہ اسی کی ہے اور اس کے فیض سے ہے۔

اس لئے روشنی کے حق میں سورج کو خاتم کہہ کر فاتح بھی کہنا پڑے گا یا جیسے کسی بستی کے واٹر ورکس کو ہم خاتم المیاہ (پانیوں کی آخری حد) کہیں جس پر شہر کے سارے نلوں اور ٹینکوں کے

پانی کی انتہا ہو جاتی ہے۔ تو اس کو ان پانیوں کا سر چشمہ بھی ماننا پڑے گا۔ کہ پانی چلا بھی یہیں سے ہے جو نلوں اور ٹینکوں میں پانی آیا اور جس بر اسکا گ کو بھی پانی ملا وہ اس کے فیض سے ملا۔

جیسے ہم حضرت آدم علیہ السلام کو خاتم الآباء کہیں کہ باپ ہونے کا وصف ان پر جا کر ختم ہو جاتا ہے کہ ان کے بعد کوئی اور باپ نہیں نکلتا بلکہ سب باپوں کے باپ ہونے کی آخری حد سلسلہ وار پہنچ کر حضرت آدم علیہ السلام پر ختم ہو جاتی ہے تو قدرتی طور پر وہی فاتح الآباء بھی ثابت ہوتے ہیں کہ باپ ہونے کی ابتداء بھی ان ہی سے ہو۔ اگر وہ باپ نہ بنتے تو کسی کو بھی باپ بننا نہ آتا۔ یا جیسے ہم حق تعالیٰ شانہ کو خاتم الوجود جانتے ہیں کہ ہر موجود کے وجود کی انتہا اسی پر ہوتی ہے تو اصول مذکورہ کی رو سے وہی ذات واجب الوجود ان وجودوں کا سر چشمہ اور مبداء بھی ثابت ہوتی ہے کہ جسے بھی وجود کا کوئی حصہ ملا وہ اسی ذات اقدس کا فیض اور طفیل ہے۔ پس وجود کے حق میں ذات خداوندی ہی اول وآخر اور مبداء و منتہاء ثابت ہوتی ہے۔

ٹھیک اسی طرح جب کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا ''خاتم النبیین'' ہونا دلائل قطعیہ سے ثابت ہوا اور اس کے معنی بھی واضح ہو گئے کہ نبوت اور کمالات نبوت آپ ﷺ پر پہنچ کر ختم ہو گئے اور آپ ﷺ ہی کمالات علم و عمل کے منتہاء ہوتے تو اصول مذکورہ کی رو سے آپ ﷺ ہی کو ان کمالات بشری کا مبداء اور سر چشمہ بھی ماننا پڑے گا کہ آپ ﷺ ہی سے ان کمالات کا افتتاح اور آغاز بھی ہوا اور جسے بھی نبوت یا کمالات نبوت کا کوئی کرشمہ ملا وہ آپ ﷺ ہی کے واسطہ اور فیض سے ملا ہے۔ پس جیسے آدم علیہ السلام کی ابوت اول بھی تھی اور وہی لوٹ پھر کر آخری بھی ثابت ہوتی تھی۔ ساتھ ہی اصلی اور بلا واسطہ بھی تھی۔ بقیہ سب باپوں کی ابوت ان کے واسطہ اور فیض سے تھی۔ ایسے ہی آنحضرت ﷺ کی نبوت اول بھی ہوئی اور لوٹ کر پھر آخری بھی اور ساتھ ہی اصلی اور بلا واسطہ بھی ہے کہ بقیہ سب انبیاء کی نبوتیں آپ ﷺ کے واسطہ اور فیض سے ہیں۔ پس جیسے فلاسفہ کے یہاں ہر نوع کا ایک رب النوع مانا گیا ہے جو اس نوع کے لئے نقطہ فیض ہوتا ہے۔ ایسے ہی نبوت کی مقدس نوع کا نقطہ فیض اور جوہر فرد حضرت خاتم الانبیا ﷺ کی ذات بابرکت ہے۔ اس لئے آپ ﷺ کی نبوت اصلی ہے اور دوسرے انبیاء کی نبوت بواسطہ خاتم النبیین ہے۔

پس ہر کمال نبوت خواہ علمی ہو یا عملی، اخلاقی ہو یا اجتماعی حال کا ہو یا مقام کا۔ وہ اولاً آپ ﷺ میں ہوگا اور آپ ﷺ کے واسطہ سے دوسروں کو پہنچے گا۔ اس لئے اصول مذکورہ کی رو سے دائرہ نبوت میں جب آپ ﷺ خاتم نبوت ہوئے تو آپ ﷺ ہی فاتح نبوت بھی ہوئے۔

اگر نبوت آپ ﷺ پر رکی اور ختم ہوئی تو آپ ﷺ ہی سے یقیناً چلی بھی اور شروع بھی ہوئی اس لئے آپ ﷺ نبوت کے خاتم بھی ہیں اور فاتح بھی ہیں۔ آخر بھی ہیں اور اوّل بھی ہیں۔ مبداء بھی ہیں اور منتہاء بھی ہیں۔ چنانچہ جہاں آپ ﷺ نے اپنے آپ کو خاتم النبیین فرمایا کہ:

۞...... ''انی عبدالله وخاتم النبيين (مستدرك حاكم ج۳ ص۱۹٤)'' ﴿میں اللہ کا بندہ ہوں اور خاتم النبیین ہوں۔﴾

اور جہاں آپ ﷺ نے نبوت کو ایک قصر سے تشبیہ دے کر اپنے کو اس کی آخری اینٹ بتایا جس پر اس عظیم الشان قصر کی تکمیل ہوگئی۔

۞...... ''فانا سددت موضع اللبنة وختم بی البنيان وختم بی الرسل (كنزالعمال ج۱۱ ص٤٥٣)'' ﴿پس میں نے ہی (قصر نبوت کی آخری اینٹ کی جگہ کو پر کیا اور مجھ ہی پر یہ قصر مکمل کر دیا گیا اور مجھ ہی پر رسول ختم کر دیئے گئے کہ میرے بعد اب کوئی رسول آنے والا نہیں۔﴾

وہیں آپ ﷺ نے اپنے کو قصر نبوت کی اولین خشت اور سب سے پہلی اینٹ بھی بتایا۔...........فرمایا:

۞...... ''كنت نبيا والآدم بين الروح والجسد (مسند احمد ج٤ ص۲۰۱)'' ﴿میں اس وقت بھی نبی تھا جب کہ آدم ابھی روح وبدن کے درمیان ہی میں تھے۔﴾

یعنی ان میں ابھی روح بھی نہیں پھونکی گئی تھی کہ میں نبی بنادیا گیا تھا۔

جس سے واضح ہے کہ آپ ﷺ خاتم ہونے کے ساتھ ساتھ فاتح بھی تھے۔ اول بھی تھے اور آخر بھی۔ چنانچہ ایک روایت میں اس فاتحیت اور خاتمیت کو ایک جگہ جمع فرماتے ہوئے ارشاد ہوا (جو حدیث قتادہ کا ایک ٹکڑا ہے)......کہ:

۞...... ''جعلنی فاتحاً وخاتما (خصائص کبریٰ ص۱۹۷،ج۳٤۰۰)'' ﴿اور مجھے اللہ تعالیٰ نے فاتح بھی بنایا اور خاتم بھی۔﴾

پھر چونکہ خاتم ہونے کے لئے اول وآخر ہونا بھی لازم تھا تو حدیث ذیل میں اسے بھی واضح فرمادیا گیا اور آدم علیہ السلام کو حضور کا نور دکھلاتے ہوئے بطور تعارف کہا گیا کہ:

۞...... ''هذا ابنك احمد هو الاول والاخر (كنز العمال)'' ﴿یہ تمہارا بیٹا احمد ہے جو (نبوت میں) اول بھی ہے اور آخر بھی ہے۔﴾

پھر حدیث ابی ہریرہؓ میں اس اوّلیت وآخریت جیسی اضداد کے جمع ہونے کی نوعیت پر روشنی ڈالی گئی۔ کہ:

✿ ...... "کنت اول النبیین فی الخلق وآخرھم فی البعث (کنزالعمال ج ۱۱ ص ۴۵۲)" ﴿میں نبیوں میں سب سے پہلا ہوں بلحاظ پیدائش کے اور سب سے پچھلا ہوں بلحاظ بعثت کے۔﴾

اس لئے حقیقی طور پر آپ ﷺ کی امتیازی شان محض نبوت نہیں بلکہ "ختم نبوت" ثابت ہوتی ہے جس سے آپ ﷺ کے لئے یہ فاتح وخاتم اور اول وآخر ہونا ثابت ہے اور آپ ﷺ سارے طبقۂ انبیاء میں ممتاز اور فائق نمایاں ہوئے اور ظاہر ہے کہ جب نبوت ہی سارے بشری کمالات کا سرچشمہ ہے اور اس لئے سارے انبیاء علیہم السلام سارے ہی کمالات بشری کے جامع ہوئے ہیں تو قدرتی طور پر "خاتم نبوت" کے لئے صرف جامع کمالات ہونا کافی نہیں۔ بلکہ خاتم کمالات ہونا بھی ضروری ہے یعنی آپ ﷺ کا ہر کمال انتہائی کمال کا نقطہ ہونا چاہئے۔ ورنہ ختم نبوت کے کوئی معنی ظاہر نہیں ہو سکتے۔ اندریں صورت جہاں یہ ماننا پڑے گا کہ جو کمال بھی کسی نبی میں تھا۔

وہ بلاشبہ آپ ﷺ میں بھی تھا وہیں یہ بھی ماننا پڑے گا کہ آپ ﷺ میں وہ کمال سب سے پہلے تھا اور سب سے بڑھ چڑھ کر تھا اور امتیاز وفضیلت کی انتہائی شان لئے ہوئے تھا اور یہ کہ وہ کمال آپ ﷺ میں اصلی تھا اور اوروں میں آپ ﷺ کے واسطہ سے تھا۔ پس آپ ﷺ جامع کمالات ہی نہیں بلکہ خاتم کمالات اور خاتم کمالات ہی نہیں فاتح کمالات...... اور سرچشمہ کمالات اور فاتح کمالات ہی نہیں بلکہ منتہائے کمالات اور منتہائے کمالات ہی نہیں بلکہ اعلیٰ الکمالات اور افضل الکمالات ثابت ہوئے کہ آپ ﷺ میں کمال ہی نہیں بلکہ کمال کا آخری اور انتہائی نقطہ ہے جس کے فیض سے اگلے اور پچھلے باکمال بنے۔

عقلی طور پر اس کی وجہ یہ ہے کہ جس پر عنایت ازلی سب سے پہلے اور بلاواسطہ متوجہ ہوئی۔ وہ جس درجہ کا اثر اس سے قبول کرے گا یقیناً ثانوی درجہ میں اور بالواسطہ فیض پانے والے اس درجہ کا اثر نہیں لے سکتے۔ پس اوّل مخلوق یعنی "اوّل ماخلق اللہ نوری" کا مصداق، نور الٰہی کا جو نقش کامل اپنی استعداد کامل سے قبول کر سکتا ہے اس کی توقع بالواسطہ اور ثانوی نقوش سے اثر لینے والوں سے نہیں کی جاسکتی۔ چنانچہ آپ ﷺ کی سیرت مبارکہ پر ایک طائرانہ نظر ڈالنے

سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح سامنے آجاتی ہے کہ جو کمالات انبیاء سابقین کو الگ الگ دیئے گئے وہ سب کے سب اکٹھے کر کے اور ساتھ ہی اپنے انتہائی اور فائق مقام کے ساتھ آپ ﷺ کو عطا کئے گئے اور جو آپ ﷺ میں مخصوص کمالات ہیں وہ الگ ہیں۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری

آنچہ خوباں ہمہ دا رند تو تنہا داری

چنانچہ ذیل کی چند مثالوں سے جو شان خاتمیت کی ہزاروں امتیازی خصوصیات میں سے چند کی ایک اجمالی فہرست اور سیرت خاتم الانبیاء کے بے شمار ممتاز اور خصوصی مقامات میں سے چند کی موٹی موٹی سرخیاں ہیں۔ اس حقیقت کا اندازہ لگایا جاسکے گا کہ اولین وآخرین میں سے جس باکمال کو جو کمال دیا گیا۔ اس کمال کا انتہائی نقطہ حضور ﷺ کو عطا فرمایا گیا۔ اپنی ہر جہتی حیثیت سے ممتاز و فائق اور افضل تر ہے۔ مثلاً:

۱...... اگر اور انبیاء نبی ہیں تو آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ ''ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول الله وخاتم النبیین (احزاب:٤٠)'' (نہیں تھے محمد ﷺ تم مردوں میں سے کسی کے باپ لیکن وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین تھے) اور حدیث سلمان کا حصہ ذیل کہ: ''ان کنت اصطفیت آدم فقد ختمت بك الانبیاء وما خلقت خلقا اکرم منك علیّ (خصائص کبریٰ ج۲ ص۱۹۳)'' (اور ارشاد حدیث کہ جبرئیل علیہ السلام نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ آپ ﷺ کا پروردگار فرماتا ہے کہ اگر میں نے آدم کو صفی اللہ کا خطاب دیا ہے تو آپ پر تمام انبیاء کو ختم کر کے آپ کو خاتم النبیین کا خطاب دیا ہے اور میں نے کوئی مخلوق ایسی پیدا نہیں کی کہ جو مجھے آپ سے زیادہ عزیز ہو)

۲...... اگر اور انبیاء کی نبوتیں مرجع اقوام وملل ہیں تو آپ کے نبوت اس کی ساتھ ساتھ مرجع انبیاء ورسل بھی ہے۔ ''واذ اخذ الله میثاق النبیین لما اتیتکم من کتاب وحکمة ثم جاء کم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن به ولتنصرنه (آل عمران:۸۱)'' (اور یاد کرو کہ جب اللہ نے نبیوں سے عہد لیا کہ جو کچھ میں نے تم کو دیا۔ کتاب ہو یا حکمت' پھر آوے تمہارے پاس کوئی رسول کہ سچا بتادے تمہاری پاس والی کتاب کو تو اس پر ایمان لاؤ گے اور اس کی مدد کرو گے۔ یہ مدد بلاواسطہ ہوگی اگر کوئی رسول دور محمدی کو پا جائیں۔ جیسے عیسیٰ علیہ السلام آپ ہی کی نبوت کے دور میں آسمان سے اتریں گے اور اتباع محمدی کریں گے یا بواسطہ امم واقوام ہوگی اگر خود

رسول دورمحمدی نہ پائیں۔جیسے تمام انبیاء سابقین جو دورمحمد سے پہلے گزر گئے اور آپ کا دور شریعت انہوں نے نہیں پایا)

۳..... اگر اور انبیاء عابد ہیں تو آپ ﷺ کو ان عابدین کا امام بنایا گیا۔"ثم دخلت بیت المقدس فجمع لی الانبیاء فقدمنی جبریل حتیٰ امتهم (نسائی ج۱ ص۲۷، عن انس)" (شب معراج کے واقعہ کا ٹکڑا ہے کہ پھر میں داخل ہوا۔بیت المقدس میں اور میرے لئے تمام انبیاء کو جمع کیا گیا۔تو مجھے جبرائیل علیہ السلام نے آگے بڑھایا یہاں تک میں نے تمام انبیاء علیہم السلام کی امامت کی)

۴..... اگر اور انبیاء اپنے ظہور کے وقت نبی ہوئے تو آپ اپنے وجود ہی کے وقت سے نبی تھے جو تخلیق آدم کی تکمیل سے بھی قبل کا زمانہ ہے۔"کنت نبیا وآدم بین الروح والجسد (مسند احمد ج۴ ص۱۰۳)" (میں نبی تھا اور آدم ابھی تک روح اور بدن کے درمیان ہی تھے۔یعنی ان کی تخلیق ابھی مکمل نہ ہوئی تھی)

۵..... اگر اوروں کی نبوت حادث تھی جو حضور کی نبوت عالم خلق میں قدیم تھی۔"قال ابوهريرةؓ متى وجبت لك النبوة؟ قال بين خلق آدم ونفخ الروح فيه (مستدرك حاكم ج۳ ص۶۰۹، حديث نمبر۴۲۶۶، بيهقى وابونعيم)" (ابوہریرہؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! آپ کی نبوت کب ثابت ہوئی؟ آپ نے فرمایا:" آدم کی پیدائش اور ان میں روح آنے کے درمیان میں۔")

۶..... اگر اور انبیاء اور ساری کائنات مخلوق ہیں تو آپ مخلوق ہونے کے ساتھ ساتھ سبب تخلیق کائنات بھی ہیں۔"فلولا محمد ماخلقت آدم ولا الجنة ولا النار (مستدرك)" (" اگر محمد ﷺ نہ ہوں (یعنی میں انہیں پیدا نہ کروں) تو نہ آدم کو پیدا کرتا۔نہ جنت و نار کو۔")

۷..... اگر عہد الست میں اور انبیاء مع تمام اولاد کے بلیٰ کے ساتھ مقر تھے تو حضور اوّل المقرین تھے جنہوں نے سب سے پہلے بلیٰ کہا اور بلیٰ کہنے کی سب کو راہ دکھلائی۔"كان محمد ﷺ و اوّل من قال بلىٰ ولذالك صار يتقدم الانبياء وهو آخر من بعث (خصائص الكبرىٰ ج۱ ص۹)" (محمد ﷺ نے سب سے پہلے (عہد الست کے وقت) بلیٰ فرمایا:اسی لئے آپ تمام انبیاء پر مقدم ہو گئے درحال یہ کہ آپ سب کے آخر میں بھیجے گئے ہیں)

۸...... اگر روز قیامت اور انبیاء قبروں سے مبعوث ہونگے تو آپ اول المبعوثین ہوں گے۔ "انا اوّل من تنشق عنه الارض (مسند احمد ج۱ ص۲۸۱)" (میں سب سے پہلے ہوں گا کہ زمین اس کے لئے شق ہوگی۔ یعنی قبر سے سب سے پہلے میں اٹھونگا)

۹...... اگر اور انبیاء ابھی عرصات قیامت ہی میں ہوں گے تو آپ کو سب سے پہلے پکار بھی لیا جائے گا۔ کہ مقام محمود پر پہنچ کر اللہ کی منتخب حمد وثناء کریں۔ "فیکون اول من یدعی محمد ﷺ فذالك قوله تعالیٰ عسیٰ ان یبعثك ربك مقام محمودا (خصائص الکبریٰ ج۳ ص۲۳۰، ۲۳۱)" (پس جنہیں (میدان محشر میں) سب سے پہلے پکارا جائے گا۔ (کہ مقام محمود پر آجائیں اور حمد وثناء کریں) وہ محمد ﷺ ہوں گے۔ یہی معنی ہیں اللہ کے اس قول کے کہ قریب ہے بھیجے گا آپ کو آپ کا رب مقام محمود پر)

۱۰...... اگر اور انبیاء کو روز قیامت ہنوز سجدہ کی جرأت نہ ہوگی تو آپ سب سے پہلے ہوں گے جنہیں سجدہ کی اجازت دی جائے گی۔ "انا اوّل من یوذن له بالسجود یوم القیٰمة (مسند احمد عن ابی الدرواء)" (میں سب سے پہلا ہونگا۔ جسے قیامت کے دن سجدہ کی اجازت دی جائے گی)

۱۱...... اگر اور انبیاء اجازت عامہ کے بعد ہنوز سجدہ ہی میں ہوں گے تو آپ کو سب سے اول سجدہ سے سر اٹھانے کی اجازت دی جائے گی۔ "انا اول من یرفع رأسه فانظر الی بین یدی (خصائص الکبریٰ ج۳ ص۲۲۵)" "وفی مسلم:" "فیقال یا محمد ﷺ ارفع رأسك سل تعط واشفع تشفع" (میں سب سے پہلے سجدہ سے سر اٹھاؤں گا اور اپنے سامنے نظر کروں گا (جب کہ سب کی نگاہیں نیچی ہوں گی) کہا جائے گا۔ محمد! سر اٹھاؤ جو مانگو گے دیا جائے گا۔ جس کی شفاعت کرو گے قبول کی جائے گی)

۱۲...... اگر اور انبیاء روز قیامت شافع اور مشفع ہوں گے تو آپ اول شافع اور اول مشفع ہوں گے۔ "انا اوّل شافع ومشفع (مشکوٰة ص٥١٤)" (میں سب سے پہلے شافع اور سب سے پہلے مشفع ہوں گا۔ جس کی شفاعت قبول کی جائے گی)

۱۳...... اگر اور انبیاء کو شفاعت صغریٰ یعنی اپنی قوموں کی شفاعت دی جائے گی تو حضور کو شفاعت کبریٰ۔ یعنی تمام اقوام دنیا کی شفاعت دی جائے گی۔ "اذهبوا الیٰ محمد فیاتون فیقولون یا محمد ﷺ انت رسول الله وخاتم النبیین غفرلك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر فاشفع لنا الی ربك الحدیث (خصائص الکبریٰ ج۳ ص۲۲۵)"

(شفاعت کے سلسلہ میں اس حدیث طویل میں ہے کہ جب اولین وآخرین کی سرگردانی پر اور طلب شفاعت پر سارے انبیاء جواب دیں گے کہ ہم اس میدان میں نہیں بڑھ سکتے اورلوگ آدم علیہ السلام سے لے کر تمام انبیاء علیہم السلام ورسل تک سلسلہ وار شفاعت سے عذر سنتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک پہنچیں گے۔اور طالب شفاعت ہوں گے تو فرمائیں گے کہ:"جاؤ محمد ﷺ کے پاس تو آدم علیہ السلام کی ساری اولاد آپ کے پاس حاضر ہوگی اور عرض کرے گی کہ اے محمد ﷺ! آپ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم الانبیاء ہیں (گویا آج سارے عالم کو رسالت محمدی اور ختم نبوت کا اقرار کرنا پڑے گا) آپ کی اگلی اور پچھلی لغزشیں سب پہلے ہی معاف کردی گئی ہیں۔(یعنی آپ کے لئے اس عذر کا موقع نہیں جو ہر نبی نے کیا کہ میرے اوپر فلاں لغزش کا بوجھ ہے میں شفاعت نہیں کرسکتا کہیں مجھ سے ہی باز پرس نہ ہونے لگے) اس لئے آپ پروردگار سے ہماری شفاعت فرمائیں تو آپ اسے بلا جھجک اور بلا معذرت کے قبول فرمالیں گے اور شفاعت کبریٰ کریں گے)

۱۴...... (الف) اگر تمام انبیاء قیامت کی ہولناکی کے سبب شفاعت سے بچنے کی کوشش کریں گے اور لست لها (میں شفاعت کا اہل نہیں ہوں) کہہ کر پیچھے ہٹ جائیں گے تو حضور کے دعوے کے ساتھ انـا لها انا لها (میں اس کا اہل ہوں) کہہ کر آگے بڑھیں گے اور شفاعت عامہ کا مقام سنبھال لیں گے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ عن سلمان)

(اس روایت کی بھی وہی تفصیل ہے جو ۱۳ میں گزری)

۱۴...... (ب) اگر انبیاء ابھی میدان حشر میں ہوں گے تو آپ سب سے پہلے ہوں گے جو پل صراط کو عبور بھی کرجائیں گے۔"یضرب جسر جهنم فلکون اول من یجیز (خصائص الکبریٰ ج ۳ ص ۲۴۰، بخاری ومسلم عن ابی هریرةؓ)"(جہنم پر پل تان دیا جائے گا تو سب سے پہلے اسے عبور کرنے والا میں ہوں گا)

۱۵...... اگر اور انبیاء اور اولین وآخرین ہنوز پیش دروازہ جنت ہی ہوں گے تو آپ سب سے پہلے ہوں گے جو دروازہ کھٹکھٹائیں گے۔"انـا اوّل مـن یـقـرع بـاب الجنة (خـصـائص الکبریٰ ج ۳ ص ۲۴۱)"(میں سب سے پہلے دروازہ جنت کھٹکھٹاؤں گا)

۱۶...... اگر اور انبیاء اور اقوام انبیاء ہنوز داخلہ جنت کی اجازت ہی کے مرحلہ پر ہوں گے تو آپ کے لئے سب سے پہلے دروازہ جنت کھول بھی دیا جائے گا۔"انـا اوّل مـن تـفـتـح لـه ابواب الجنة (ابـو نـعیم وابن عساکر عن حذیفه)"(میرے لئے سب سے پہلے دروازہ

جنت کھولا جائے گا)

۱۷...... اگر اور انبیاء باب جنت کھلنے پر ابھی داخلہ کے آرزومند ہی ہوں گے تو آپ سب سے اول جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ "وانا اوّل من یدخل الجنة یوم القیٰمة ولا فخر (خصائص الکبریٰ ج۳ ص۲۴۲)" (روز قیامت میں ہی سب سے پہلے جنت میں داخل ہونگا۔ مگر فخر سے نہیں کہتا)

۱۸...... اگر اور انبیاء کو علوم خاصہ عطا ہوئے تو آپ ﷺ کو علم اوّلین و آخرین دیا گیا۔ "اوتیت علم الاولین والآخرین (خصائص الکبریٰ ج۳ ص۲۱۸)" (مجھے علم اوّلین و آخرین دیا گیا ہے جو الگ الگ انبیاء علیہم السلام کو دیا گیا تھا جیسے آدم علیہ السلام کو علم اسماء۔ یوسف علیہ السلام کو علم تعبیر خواب، سلیمان علیہ السلام کو علم منطق الطیر، خضر علیہ السلام کو علم لدنی، عیسیٰ علیہ السلام کو حکمت وغیرہ)

۱۹...... اگر اور انبیاء کو خلق حسن عطا ہوا حسن کے معنی معاملات میں حدود سے نہ گزرنے کے ہیں اور خلق کریم عطاء جس کے معنی عفو و مسامحہ کے ہیں تو آپ کو خلق عظیم دیا گیا جس کے معنی دوسروں کی تعدی پر نہ صرف ان سے درگزر کرنے اور معاف کردینے کے ہیں بلکہ ان کے ساتھ احسان کرنے اور حسن سلوک سے پیش آنے کے ہیں جو تمام محاسن اخلاق اور مکارم اخلاق دونوں کا جامع ہے۔ "وانك لعلیٰ خلق عظیم (القرآن الحکیم)" (خلق حسن یہ ہے کہ ظلم کرنے والے سے اپنا حق پورا پورا لیا جائے۔ چھوڑا نہ جائے مگر عدل و انصاف جس میں کوئی تعدی اور زیادتی نہ ہو۔ یہ مساوات ہے اور خلاف رحمت نہیں۔ خلق کریم یہ ہے کہ ظالم کے ظلم سے درگزر کر کے اپنا حق معاف کر دیا جائے۔ یہ کریم النفس ہے اور فی الجملہ رحمت بھی ہے کہ اگر دیا نہیں تو لیا بھی نہیں اور خلق عظیم یہ ہے کہ ظالم سے نہ صرف اپنے حق کی ادائیگی معاف کر دی جائے بلکہ اوپر سے اس کے ساتھ سلوک و احسان بھی کیا جائے جب کہ وہ حق تلفی کر رہا ہو۔ اس خلق کی روح غلبہ رحمت و شفقت اور کمال ایثار ہے اسی کو فرمایا کہ اے نبی! آپ خلق عظیم پر ہیں)

۲۰...... اگر اور انبیاء متبوع امم اقوام تھے تو حضور متبوع انبیاء و رسل تھے۔ "لو کان موسیٰ حیا ما وسعه الا اتباعی (مسند احمد ج۳ ص۳۸۷)" (اگر موسیٰ آج زندہ ہوتے تو انہیں بھی میری اتباع کے سوا چارۂ کار نہ تھا)

۲۱...... اگر اور انبیاء کو قابل نسخ کتابیں ملیں تو آپ کو ناسخ کتاب عطاء ہوتی۔ "ان عمر اتیٰ النبی ﷺ بنسخة من التوراة فقال یا رسول الله هذه نسخة من التوراة

فسکت۔ فجعل یقرأہ ووجہ رسول اللہ ﷺ یتغیر فقال ابو بکر ثکلتك الثواکل ما تری ما بوجہ رسول اللہ ﷺ فنظر عمرا لیٰ وجہ رسول اللہ ﷺ فقال اعوذ باللہ من غضب اللہ وغضب رسولہ رضینا باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد نبیاً فقال رسول اللہ ﷺ والذی نفس محمد بیدہ لو بدالکم موسیٰ فاتبعتموہ وترکتمو نی لضللتم عن سواء السبیل ولو کان حیاً وادرك نبوتی لاتبعنی (دارمی ج۱ ص۱۱۵، عن جابر) ''(حضرت عمرؓ تورات کا ایک نسخہ حضور ﷺ کے پاس لے آئے اور عرض کیا کہ یہ تورات ہے۔ آپ خاموش رہے تو انہوں نے اسے پڑھنا شروع کر دیا اور آپ ﷺ کا چہرۂ مبارک غصہ سے متغیر ہونا شروع ہو گیا تو صدیق اکبرؓ نے حضرت عمرؓ کو متنبہ کرتے ہوئے فرمایا: ''تجھے گم کر دیں گم کرنے والیاں کیا چہرہ نبوی کا اثر تمہیں نظر نہیں آرہا؟'' تب حضرت عمرؓ نے چہرہ اقدس ﷺ کو دیکھا اور دہل گئے، فوراً زبان پر جاری ہو گیا) میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کے غضب سے اور اس کے رسول ﷺ کے غضب سے ہم راضی ہوئے اللہ سے بلحاظ رب ہونے کے اور راضی ہوئے اسلام سے بلحاظ دین ہونے کے اور راضی ہوئے محمد ﷺ سے بلحاظ نبی ہونے کے۔ تو رسول ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر آج تمہارے پاس موسیٰ آجائیں اور تم مجھے چھوڑ کر ان کا اتباع کرنے لگو تم بلاشبہ سیدھے راستے سے بھٹک جاؤ گے اور اگر آج موسیٰ زندہ ہو کر آجائیں اور میری نبوت کو پالیں تو وہ یقیناً میری ہی اتباع کریں گے۔'')

۲۲...... اگر اور انبیاء کو دین عطا کیا گیا تو آپ ﷺ کو کمال دین دیا گیا جس میں نہ کمی کی گنجائش ہے نہ زیادتی کی۔ ''الیوم اکملت لکم دینکم (مائدہ:۳)'' (آج کے دن میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا جس میں نہ اب کمی کی گنجائش ہے نہ زیادتی)

۲۳...... اگر اور انبیاء کو ہنگامی دین دیئے گئے تو حضور ﷺ کو دوامی دین عطا کیا گیا۔ ''الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا (مائدہ:۳)'' (آج کے دن میں نے دین کو کامل کر دیا۔ جس میں کوئی کمی نہیں رہی تو کسی نئے دین کی ضرورت نہیں رہی۔ پس وہ منسوخ ہو گیا جس سے اس دین کا دوامی ہونا ظاہر ہے۔ اور پہلے ادیان میں کمی تھی جس کی اس دین سے تکمیل ہوئی تو پچھلے کسی ناتمام دین کی اب حاجت نہیں رہی پس وہ منسوخ ہو گیا جس سے اس کا ہنگامی ہونا ظاہر ہے)

۲۴...... اگر اور انبیاء کو دین عطا ہوا تو آپ کو غلبہ دین کیا گیا۔ ''ھو الذی ارسل رسولہ

بالهدیٰ ودین الحق لیظهره علی الدین کله (فتح:۲۸)''(وہی ذات ہے جس نے اپنا رسول بھیجا ہدایت و دین دے کر تا کہ اسے تمام دینوں پر غالب کر دے)

۲۵...... اگر اور انبیاء کے دین میں تحریف و تبدیل راہ پا گئی جس سے وہ ختم ہو گئے تو آپ کے دین میں تجدید رکھی گئی جس سے وہ قیامت تک تازہ بہ تازہ ہو کر دواماً باقی رہے گا۔''ان اللّٰہ یبعث لهذه الامة علی راس کل مائة سنة من یجدد لها دینها (مشکوٰۃ ج۱ ص۳۶)''(بلاشبہ اللہ تعالیٰ اٹھاتا رہے گا اس امت کے لئے وہ لوگ جو ہر صدی کے سرے پر دین کو تازہ بتازہ کرتے رہیں گے)

۲۶...... اگر شریعت موسوی میں جلال اور شریعت عیسوی میں جمال غالب تھا۔ یعنی حکم کی صرف ایک ایک جانب کی رعایت تھی۔ تو شریعت محمدی میں جلال و جمال کا مجموعی کمال غالب ہے۔ جس کا نام اعتدال ہے۔ جس میں حکم کی دونوں جانبوں کے ساتھ درمیانی جہت کی رعایت ہے جسے توسط کہتے ہیں۔''جعلنکم امةً وسطاً (بقرہ:۱۴۳)''(اور بنایا ہم نے تم کو (بحیثیت دین) کے امت اعتدال)

۲۷...... اگر دینوں میں تشدد اور تنگی اور شاق شاق ریاضتیں تھیں، جسے تشدد کہا جاتا ہے تو اس دین میں نرمی اور توافق طبائع رکھ کر تنگ گیری ختم کر دی گئی ہے۔''لاتشددوا علیٰ انفسکم فیشدد اللّٰہ علیکم فان قوماً شددوا علیٰ انفسهم فشدد اللّٰہ علیهم فتلك بقایاهم فی الصوامع والدیار (ابوداؤد عن انس)''(اپنے اوپر سختی مت کرو (ریاضت شاقہ اور ترک لذات میں مبالغے مت کرو۔ کہ اللہ بھی تم پر سختی فرمانے لگے اس لئے کہ جنہوں نے اپنے اوپر تشدد کیا۔ رہبانیت سے یعنی یہود ونصاریٰ تو اللہ نے بھی ان پر سختی کی سو یہ مندروں اور خانقاہوں میں کچھ انہی کے بچے بچائے لوگ پڑے ہوئے ہیں)

۲۸...... اگر بسلسلہ خصومات شریعت موسوی میں تشدد ہے یعنی انتقام فرض ہے۔ عفو و درگزر جائز نہیں۔''وکتبنا علیهم فیها ان النفس بالنفس والعین بالعین (مائدہ:۴۵)''(اور ہم نے ان بنی اسرائیل پر فرض کر دیا تھا تورات میں کہ نفس کا بدلہ نفس، آنکھ کا بدلہ آنکھ) اور شریعت عیسوی میں تساہل ہے یعنی عفو و درگزر فرض ہے انتقام جائز نہیں۔ بس (انجیل میں فرمایا گیا ہے کہ کوئی تمہارے بائیں گال پر تھپڑ مارے تو تم دایاں گال بھی پیش کہ بھائی ایک اور مارتا چل۔ خدا تیرا بھلا کرے گا) انجیل گال پر تھپڑ کھا کر دوسرا گال بھی پیش کر دو تو شریعت محمدی میں توسط واعتدال فرض ہے کہ انتقام جائز اور عفو و درگزر افضل ہے جس میں یہ دونوں شریعتیں جمع ہو جاتی

ہیں۔"وجزاء سیئة مثلها فمن عفا واصلح فاجره علی الله انه لا یحب الظلمین (شوریٰ:٤٠)" (اور برائی کا بدلہ اسی جیسی اور اتنی ہی برائی ہے۔ یہ علق حسن ہے اور جو معاف کرے اور درگزر کرے تو اس کا اجر اللہ پر ہے۔ اور اللہ ظالموں کو (جو حدود سے گزر جانے والے ہوں) پسند نہیں کرتا)

۲۹...... اگر شریعت عیسوی میں صرف باطنی صفائی پر زور دیا گیا ہے خواہ ظاہر گندہ ہی کیوں نہ رہ جائے نہ غسل جنابت ہے نہ تطہیر اعضاء، دوسری ملتوں میں صرف ظواہر کی صفائی پر زور دیا گیا ہے کہ غسل بدن روزانہ ضروری ہے خواہ باطن میں خطرات کفر وشرک کچھ بھی بھرے پڑے رہیں تو شریعت محمدی میں طہارت ظاہر و باطن دونوں کو جمع کیا گیا ہے۔"وثیابك فطهر (مدثر:٤)" (اور اپنے کپڑوں کو پاک کرو) حضرت عمرؓ نے فرمایا"فتیٰ ارفع ازارك فانه انقی لثوبك واتقی لربك "ارشاد حدیث ہے۔"السواك مطهرة للفم مرضاة للرب" (حضرت عمرؓ کی وفات کے قریب ایک نوجوان مزاج پرسی کے لئے حاضر ہوا جس کی ازار ٹخنوں سے نیچی زمین پر گھسٹتی ہوئی آرہی تھی۔ تو فرمایا کہ اے جوان لنگی ٹخنوں سے اوپر اٹھا کہ یہ کپڑے کے حق میں صفائی اور پاکی اور پروردگار کی نسبت سے تقویٰ (باطنی پاکی) کا سبب ہوگی۔ جس سے ظاہری و باطنی دونوں پاکیوں کا مطلوب ہونا واضح ہے اور حدیث میں ہے کہ مسواک کرنا منہ کی تو پاکی ہے اور پروردگار کی رضا ہے۔ یعنی مسواک ظاہری اور باطنی دونوں پاکیاں پیدا کرتی ہے۔ جس سے ظاہر و باطن کی صفائی اور پاکی کا مطلوب ہونا نمایاں ہے)

۳۰...... اگر اور ادیان میں اپنی اپنی قومیتوں اور ان ہی کے چھٹکارے کی رعایت ہے۔ مقولہ موسوی ہے۔"ان ارسل معنا بنی اسرائیل ولا تعذبهم "(بھیج میری ساتھ بنی اسرائیل کو اور انہیں ستا مت) مقولہ عیسوی ہے کہ میں اسرائیلی بھیڑوں کو جمع کرنے آیا ہوں۔" وغیرہ تو دین محمدی میں نفس انسانیت کی رعایت اور پورے عالم بشریت پر شفقت سکھلائی گئی ہے۔"الخلق عیال الله فاحب الخلق الی الله من یحسن الیٰ عیاله (مشکوٰة ص٤٢٥)" (ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اور اللہ کو سب سے زیادہ پیارا وہ ہے جو اس کے کنبہ کے ساتھ احسان سے پیش آئے)

۳۱...... اگر اور انبیاء نے صرف ظاہر شریعت یا صرف باطن پر حکم کیا تو آپ ﷺ نے ظاہر و باطن دونوں پر حکم کیا اور آپ کو شریعت و حقیقت دونوں عطا کی گئیں۔"عن الحارث بن حاطب ان رجلا سرق علی عهد رسول الله ﷺ فاتیٰ به فقال اقتلوه فقالو

انما سرق قال فاقطعوه (فقطع) ثم سرق ایضا فقطع ثم سرق علی عهد ابی بکر فقطع ثم سرق فقطع حتی قطعت قوائمه ثم سرق الخامسة فقال ابو بکر کان رسول الله اعلم بهذا حیث امر بقتله اذهبوا به فاقتلوه ۰(مستدرک، حاکم ج۴ ص۳۸۲)'' (خضر علیہ السلام نے صرف باطن شریعت یعنی حقیقت پر حکم کیا جیسے کشتی توڑ دی۔ ناکردہ گناہ لڑکے کو قتل کر دیا یا بخیل گاؤں کی دیوار سیدھی کر دی اور موسیٰ علیہ السلام نے صرف ظاہر شریعت پر حکم کیا کہ ان تینوں امور میں حضرت خضر علیہ السلام سے مواخذہ کیا۔ جب انہوں نے حقیقت حال ظاہر کی تب مطمئن ہوئے۔ لیکن آنحضرت ﷺ نے ظاہر شریعت پر بھی حکم فرمایا جیسا کہ عام احکام شرعیہ ظاہر ہی پر ہیں اور کبھی کبھی باطن اور حقیقت پر بھی حکم فرمایا جیسا کہ حدیث میں اس کی نظیر یہ ہے کہ حارث بن حاطب ایک چور کو لائے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اسے قتل کر دو حالانکہ چوری کی ابتدائی سزا قتل نہیں تو صحابہؓ نے موسیٰ صفت بن کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اس نے تو چوری کی ہے (کسی کو قتل نہیں کیا جو قتل کا حکم فرمایا جاوے) فرمایا اچھا اس کا ہاتھ کاٹ دو۔ اس نے پھر چوری کی تو اس کا (بایاں پیر) کاٹ دیا۔ پھر حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ نے اس نے پھر چوری کی تو اس کا بایاں ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ چوتھی بار اس نے پھر چوری کی تو دایاں پیر بھی کاٹ دیا گیا۔ لیکن چاروں ہاتھ پیر کاٹ دیئے جانے کے باوجود اس نے پانچویں دفعہ پھر چوری کی تو صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ اس کے بارہ میں علم حقیقی رسول اللہ ﷺ ہی تھا کہ آپ نے پہلی ہی بار ابتدا میں جان لیا تھا کہ چوری اس کا جز ونفس ہے۔ یہ چوروں کی سزاؤں سے باز آنے والا نہیں اور ابتدا ہی میں اس کے باطن پر حکم لگا کر قتل کا حکم دے دیا تھا۔ ہمیں اب خبر ہوئی کہ جب وہ ظاہر میں ضابطہ سے قتل کے قابل بنا۔ لہٰذا اسے قتل کر دو۔ تب وہ قتل کیا گیا۔ اس قسم کے بہت سے واقعات احادیث میں جا بجا ملتے ہیں)

۳۲...... (الف) اگر انبیاء سابقین کو شرائع اصلیہ دی گئیں تو آپ ﷺ کو آپ ﷺ کی امت کے راسخین فی العلم کو شرائع وضعیہ یعنی اجتہادی مذاہب عطا کئے گئے جن میں تشریع کی شان رکھی گئی ہے کہ آئمہ اجتہاد اصل شریعت کے احکام وعلل واوصاف اور اسرار وحکم میں شرعی ذوق سے غور وتدبیر کر کے نئے نئے حوادث کے احکام کا استخراج کریں اور باطن شریعت کھول کر نمایاں کر دیں ''لعلمه الذین یستنبطونه منهم (نساء:۸۳)'' (اور جب ان کے پاس کوئی بات امن کی یا خوف کی پہنچتی ہے تو اسے پھیلا دیتے ہیں حالانکہ اگر اسے وہ پیغمبر کی طرف یا راسخین فی العلم تک پہنچا دیتے تو جو لوگ اس میں سے استنباط کرتے ہیں وہ اسے جان لیتے ......جس سے استنباطی اور

اجتہادی شرائع ثابت ہوتی ہیں)

۳۲...... (ب) اگر اور انبیاء کے ادیان میں ایک نیکی کا اجر ایک ہی ہے۔ تو آپ ﷺ کے دین میں ایک نیکی کا اجر دس گنا ہے اور ایک نیکی برابر دس نیکیوں کے ہے۔ "من جاء بالحسنة فله عشر امثالها (انعام: ۱۶۰)" (جس نے ایک نیکی کی تو اس کے لئے دس گنا اجر ہے)

۳۳...... اگر اور انبیاء علیہم السلام کو ایک ایک نماز ملی تو حضور ﷺ کو پانچ نمازیں عطا ہوئیں۔

۳۳ "عن محمد بن عائشة ان آدم لماتيب عليه عند الفجر صلى ركعتين فصارت الصبح وفدى اسحق عند الظهر فصلى ابراهيم اربعا فصارت الظهر وبعث عزير فقيل له كم لبثت قال يوما فراى الشمس فقال او بعض يوم فصلى اربع ركعات فصارت العصر وغفر لداؤد عند المغرب فقام فصلى اربع ركعات فجهد فجلس فى الثالثة فصارت المغرب ثلثا واول من صلى العشاء الآخرة نبينا محمد ﷺ (طحاوى بحواله خصائص الكبرىٰ ج۲ ص۲۰۴)"
(محمد بن عائشہ کہتے ہیں کہ آدم علیہ السلام کی توبہ جس دن فجر کے وقت قبول ہوئی تو انہوں نے دو رکعتیں پڑھیں تو صبح کی نماز کا وجود ہوا اور حضرت اسحٰق علیہ السلام کا جب ظہر کے وقت فدیہ دیا گیا تو اور انہیں ذبح سے محفوظ رکھا گیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چار رکعتیں بطور شکر نعمت پڑھیں تو ظہر ہوگئی اور حضرت عزیر علیہ السلام کو جب زندہ کیا گیا اور کہا گیا کہ تم کتنے وقت مردہ رہے؟ کہا، ایک دن، پھر جو سورج دیکھا تو کہا یا کچھ حصہ دن (جو عصر کا وقت ہوتا ہے) اور چار رکعت پڑھی تو عصر ہوگئی اور مغفرت کی گئی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی غروب کے وقت تو وہ کھڑے ہوئے چار رکعت پڑھنے کے لئے تین پڑھی تھیں کہ تھک گئے تو تیسری ہی میں بیٹھ گئے تو مغرب ہوگئی اور سب سے پہلے جس نے عشاء کی نماز پڑھی وہ نبی کریم ﷺ ہیں اور مذکورہ چاروں نمازیں بھی آپ کو دی گئیں)

۳۴...... اگر اور انبیاء کی ایک نماز ایک ہی رہی تو حضور ﷺ کی پانچ نمازیں پچاس کے برابر رکھی گئیں۔ "هى خمس بخمسين (نسائى ج۱ ص۷۸، عن انس)" (شب معراج میں آپ کو پچاس نمازیں دی گئیں جن میں موسیٰ علیہ السلام کے مشورہ سے آپ ﷺ کمی کی درخواستیں کرتے رہے اور پانچ پانچ ہر دفعہ کم ہوتی رہیں جب پانچ رہ گئیں اور آپ نے حیاءً ان میں کمی کی درخواست نہیں فرمائی۔ تو ارشاد ہوا بس یہ پانچ نمازیں ہی آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کی امت پر فرض ہیں مگر یہ پانچ پچاس کے برابر رہیں گی اجر و ثواب میں)

۳۵...... اگر اور انبیاء نے بطور شکر نعمت خود سے اپنی اپنی نمازیں متعین کی تو آپ ﷺ کو آسمان پر بلا کر اپنی تعین سے نمازیں خود حق تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عنایت فرمائیں۔ "کما فی حدیث المعراج المشهور" (جیسا کہ حدیث معراج میں تفصیلاً مذکور ہے)

۳۶...... اگر اور انبیاء کی نمازیں مخصوص مواقع کے ساتھ مقید تھیں جیسے محراب یا صومعہ یا کنیسہ وغیرہ تو حضور ﷺ کی نماز کے لئے پوری زمین کو مسجد بنایا گیا۔ "جعلت لی الارض مسجد او طهورا (بخاری و مسلم ج۱ ص۱۹۹) وحدیث جابر: ولم یکن احد من الانبیاء یصلی حتی یبلغ محرابه (خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۸۷)" (انبیاء میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا کہ اپنی محراب (مسجد) میں آئے بغیر نماز ادا کرتا ہو یعنی بغیر مسجد کے دوسری جگہ نماز ہی ادا نہ ہوتی تھی۔ لیکن حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے چھ چیزیں دی گئیں ہیں جو سابقہ انبیاء کو نہیں دی گئیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ میرے لئے ساری زمین کو مسجد اور ذریعۂ پاکی بنا دیا گیا ہے کہ اس سے تیمّم کرلوں جو حکم میں وضو کے ہو جائے۔ یا تیمّم جنابت کرلوں جو حکم میں غسل جنابت کے ہو جائے ہیں کہ پانی موجود نہ ہو یا اس پر قدرت نہ ہو)

۳۷...... اگر اور انبیاء اپنے اپنے قبیلوں اور قوموں کی طرف مبعوث ہوئے تو آپ ﷺ تمام اقوام اور تمام انسانوں کی طرف مبعوث فرمائے گئے۔ "کان النبی یبعث الی قومه خاصة وبعثت الی الناس کافة" (بخاری و مسلم) عن جابر: "وفی التنزیل وما ارسلنٰك الا کافةً للناس" (ہر نبی خصوصیت سے اپنی ہی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور میں سارے انسانوں کی طرف بھیجا گیا ہوں اور قرآن شریف میں ہے اور نہیں بھیجا ہم نے تمہیں اے پیغمبر مگر سارے انسانوں کے لئے)

۳۸...... اگر اور انبیاء کی دعوت خصوصی تھی تو آپ کو دعوت عامہ دی گئی۔ "یـایها الناس اعبدو ربکم (بقرہ:۲۱) وقال اللہ تعالیٰ یایها الناس اتقوا ربکم (النساء:۱)" (اے انسانو! اپنے رب کی عبادت کرو۔ اے انسانو! اپنے رب سے ڈرو)

۳۹...... اگر اور انبیاء محدود حلقوں کے لئے رحمت تھے تو آپ سارے جہانوں کے لئے رحمت تھے۔ "وما ارسلنٰك الا رحمة للعالمین (انبیاء:۱۰۷)" (اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر جہانوں کے لئے رحمت بنا کر)

۴۰...... اگر اور انبیاء اپنے اپنے حلقوں کو ڈرانے والے تھے تو حضور ﷺ جہانوں کے لئے نذیر تھے۔ "وان من امة الا خلا فیها نذیر" اور حضور ﷺ کے لئے "لیکون للعلمین

نـذیراً (فرقان:۱) ”(اورکوئی امت نہیں گزری جس میں ڈرانے والا نہ آیا۔اور حضور کے لئے فرمایا گیا تا کہ ہوں آپ ﷺ سارے جہانوں کے لئے ڈرانے والے)

۴۱...... اگر اور انبیاء اپنی اپنی قوموں کے لئے مبعوث اور ہادی تھے”ولکل قوم هاد “ (ہر ہرقوم کے لئے ایک ایک ہادی ضرور آیا) تو حضور ﷺ سارے انسانوں کے لئے ہادی تھے۔”وما ارسلنك الا كافة الناس (القرآن الحکیم) وبعثت انا الى الجن والانس (خصائص الكبرىٰ ج۳ ص۱۳٤) “(اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر سارے بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے اور ارشاد حدیث ہے کہ میں بھیجا گیا ہوں جنوں اور انسانوں سب کی طرف)

۴۲...... اگر اور انبیاء کو ذکر دیا گیا کہ مخلوق انہیں یاد رکھے تو آپ ﷺ کو رفعت ذکر دی گئی کہ زمینوں اور آسمانوں، دریاؤں اور پہاڑوں، میدانوں اور غاروں میں آپ کا نام علی الاعلان پکارا جائے۔ اذانوں اور تکبیروں، خطبوں اور خاتموں، وضو نماز اور اوراد و اشغال اور دعاؤں کے افتتاح و اختتام میں آپ ﷺ کے نام اور منصب نبوت کی شہادت دی جائے۔”ورفعنا لك ذكرك (الم نشرح:٤) “وحدیث ابوسعید خدری”قال لي جبريل قال الله اذا ذكرت ذكرت معي (ابن جرير ج١٢ ص٢٣٥، ابن حبان) “(اور ہم نے اے پیغمبر تمہارا ذکر اونچا کیا۔ حدیث میں ہے کہ مجھے جبرائیل نے کہا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا (اے پیغمبر) جب آپ کا ذکر کیا جائے گا تو میرے ساتھ کیا جائے گا اور جب میرا ذکر ہوگا تو میرے ساتھ آپ کا بھی ذکر ہوگا جیسا کہ اذانوں تکبیروں وخطبوں اور دعاؤں کے افتتاح و اختتام کے درود شریف سے واضح ہے اور امت میں معمول یہ ہے جیسا فرمایا گیا۔”(۱)اطيعو الله و اطيعو الرسول۔ (۲)واطيعو الله ورسوله ان كنتم مومنين۔ (۳)ويطيعون الله ورسوله۔ (٤)انما المومنين الذين آمنو بالله ورسوله۔ (٥)براءة من الله ورسوله۔ (٦)واذان من الله ورسوله۔ (٧)استجيبو الله وللرسول۔ (٨)ومن يعص الله و رسوله۔ (٩)اذا قضىٰ الله ورسوله امراً۔ (١٠)وشاقو الله ورسوله۔ (١١)ومن يشاقق الله ورسوله۔ (١٢)ومن يحادد الله ورسوله۔ (١٣)ولم يتخذوا من دون الله ورسوله۔ (١٤)يحاربون الله ورسوله۔ (١٥)ماحرم الله ورسوله۔ (١٦)قل الانفال لله وللرسول۔ (١٧)فان لله خمسه وللرسول۔ (١٨)فردوه الى الله والرسول۔ (١٩)ما اتاهم الله ورسوله۔ (٢٠)سيؤتينا الله من فضله ورسوله۔ (٢١)اغناهم الله ورسوله۔

(۲۲)کذبوا اللہ ورسولہ۔ (۲۳)انعم اللہ علیہ وانعمت علیہ۔ (۲٤)الذین یؤمنون باللہ ورسولہ۔ (۲۵)لا تقدموا بین یدی اللہ ورسولہ۔)

۴۳...... اگراورانبیاء کا محض ذکر حق تعالیٰ نے فرمایا تو آپ کا ذکر اپنے نام کے ساتھ ملا کر فرمایا۔ دیکھو حاشیہ کی دو درجن سے زائد آیتیں۔

۴۴...... اگراورانبیاء نے روحانیت کے کمال کو خلوت وانقطاع اور رہبانیت کا پابند ہو کر دکھلایا تو آپ ﷺ نے اسے جلوتوں کے ہجوم جہاد، جماعت، سیاحت وسفر، شہری زندگی، معاشرت اور حکومت وسیاست کے سارے اجتماعی گوشوں میں سمو کر دکھلایا۔ ''لا رھبانیۃ فی الاسلام'' (الحدیث) ''وسیاحۃ امتی الجھاد'' (ابوداؤد ج۱ص۲۴۷) ''قل سیروا فی الارض (انعام:۱۱) '' ''لا اسلام الا بجماعۃ '' (مقولہ عمرؓ) (اسلام میں رہبانیت (گوشہ گیری، انقطاع) نہیں۔اور میری امت کی سیاحت وسیر جہاد ہے۔ کہہ دیجئے اے پیغمبر! کہ چلو پھرو زمین میں اور اسلام جماعتی اور اجتماعی چیز ہے)

۴۵...... اگراورانبیاء کو عملی معجزات (عصاء موسیٰ' ید بیضاء، احیاء عیسیٰ، نار خلیل، ناقہ صالح، ظلہ شعیب، قمیص یوسف وغیرہ دیئے گئے جو آنکھوں کو مطمئن کر سکے تو آپ کو ایسے سینکڑوں معجزات کے ساتھ علمی معجزہ (قرآن) بھی دیا گیا جس نے عقل، قلب اور ضمیر کو مطمئن کیا۔ ''انا انزلناہ قرآن عربیا لعلکم تعقلون (یوسف:۲)'' (ہم نے قرآن اتارا۔ تا کہ عقل سے سمجھو)

۴۶...... اگراورانبیاء کو ہنگامی معجزات ملے جو ان کی ذوات کے ساتھ ختم ہو گئے۔ کیونکہ وہ ان ہی کے اوصاف تھے تو حضور ﷺ کو دوامی معجزہ قرآن کا دیا گیا جو تا قیامت اور بعد القیامت باقی رہنے والا ہے۔ کیونکہ وہ خدا کا وصف ہے جو لازوال ہے۔ ''انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون '' (ہم نے ہی یہ قرآن اتارا ہے۔ اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں)

۴۷...... اگراورحضرات کو وہ کتابیں ملیں جن کی حفاظت کا کوئی وعدہ نہیں تھا۔ اس لئے وہ بدل سدل گئیں تو آپ ﷺ کو وہ کتاب دی گئی جس کے وعدہ حفاظت کا اعلان کیا گیا۔ جس سے وہ کبھی نہیں بدل سکتی۔ '' انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحفظون (حجر:۹) لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ (فصلت:٤٢) '' (ہم ہی نے یہ ذکر قرآن اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں۔ اور فرمایا نہیں اس کے پاس بھٹک سکتا باطل، نہ آگے نہ پیچھے سے)

۴۸...... اگراورانبیاء سابقین کی کتابیں ایک ہی مضمون مثلاً صرف تہذیب نفس یا صرف

معاشرت یا صرف سیاست مدن یا وعظ وغیرہ ایک ہی لغت پر نازل شدہ دی گئیں تو حضور ﷺ کو سات اصولی مضامین پر مشتمل کتاب دی گئی جو سات لغات پر اتری۔ "کان الکتاب الاول ینزل من باب واحد علی حرف واحد ونزل القرآن من سبعة ابواب علی سبعة احرف زاجر وآمر وحلال وحرام ومحکم ومتشابه وامثال (مستدرك حاکم ج۲ ص۰، وبیهیقی عن ابن مسعود)" (پہلی کتابیں ایک ایک خاص مضمون اور ایک ایک لغت میں اترتی تھیں اور قرآن سات مضامین میں سات لغت کے ساتھ اترا ہے۔ زجر امر حلال حرام، محکم متشابہ اور امثال)

۴۹...... اگر اور حضرات کو صرف اداء مطلب کے کلمات دیئے گئے تو آپ کو جوامع الکلم و جامع اور فصیح و بلیغ ترین تعبیرات دی گئیں جس سے اوروں کی پوری پوری کتابیں آپ کی کتاب کے چھوٹے چھوٹے جملوں میں ادا کی گئیں اور ان میں سما گئیں۔ "اعطیت جوامع الکلم (مسلم ج۱ ص۱۹۹، خصائص الکبریٰ ج۲ ص۱۹۳) اعطیت مکان التوراة السبع الطوال ومکان الزبور المئین ومکان الانجیل...... المثانی وفضلت بالمفصل (بهیقی عن واثلة ابن الاسقع)" (مجھے جوامع کلم دیئے گئے ہیں یعنی مختصر اور جامع ترین جملے جن میں تہ کی بات کہہ دی گئی ہو اور ارشاد حدیث ہے مجھے دیئے گئے توراۃ کی جگہ سبع طوال (ابتداء کی سات سورتیں) بقرہ، آل عمران، مائدہ، نساء، انعام، انفعال، توبہ) اور زبور کی جگہ مئین (سو سو آیتوں والی سورتیں اور انجیل کی جگہ مثانی سورۃ فاتحہ) اور صرف مجھے ہی جو فضیلت دی گئی ہے وہ مفصل کی جس میں طوال مفصل وساط مفصل اور قصار مفصل سب شامل ہیں اور سورۃ ق یا سورۃ فتح یا سورۃ محمد سے علی اختلاف الروایات شروع ہو کر ختم قرآن تک چلی گئی ہیں)

۵۰...... اگر قرآن میں حق تعالیٰ نے اور انبیاء کی ذوات کا ذکر فرمایا۔ تو حضور ﷺ ایک ایک عضو اور ایک ایک اداء کا پیار و محبت سے ذکر کیا گیا ہے چہرہ کا ذکر فرمایا۔ "قد نری تقلب وجهك فی السماء" (ہم دیکھ رہے ہیں تیرا چہرہ گھما گھما کر آسمان کو دیکھنا) آنکھ کا ذکر فرمایا: "ولا تمدن عینیك" (اور آنکھیں اٹھا کر مت دیکھ) زبان کا ذکر فرمایا: "فانما یسرنا بلسانك" (بلاشبہ ہم نے (قرآن کو) آسان کر دیا ہے تیری زبان پر) ہاتھ اور گردن کا ذکر فرمایا: "ولا تجعل یدك مغلولة الی عنقك" (اور مت کر اپنے ہاتھ کو سکڑا ہوا اپنی گردن تک) سینہ کا ذکر فرمایا: "الم نشرح لك صدرك" (کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھول دیا) پیٹھ کا ذکر فرمایا: "ووضعنا عنك وزرك الذی انقض ظهرك" (اور ہم نے اتار دیا تجھ سے بوجھ تیرا جس

نے تیری کمر توڑ رکھی تھی) قلب کا ذکر فرمایا: "نزله علی قلبك" (اتارا اللہ نے قرآن تیرے دل پر) آپ ﷺ کی پوری زندگی اور عمر کا ذکر فرمایا جس میں تمام ادائیں اور احوال بھی آجاتے ہیں۔ "لعمرك انهم لفی سکرتهم یعمهون" (تیری زندگی کی قسم! یہ (کفار) اپنی (بے عقلی کی) مدہوشیوں میں پڑے بھٹک رہے ہیں)

۵۱...... اگر اوروں کو انفرادی عبادتیں ملیں تو آپ کو ملائکہ کی طرح صف بندی کی اجتماعی عبادت دی گئی جس سے یہ دین اجتماعی ثابت ہوا۔ "فضلت علی الناس بثلاث الی قوله وجعلت صفوفنا کصفوف الملئکة (بیهقی عن حذیفه رضی الله عنه)" (مجھے فضیلت دی گئی ہے لوگوں پر تین باتوں میں...... جن میں سے ایک یہ ہے کہ کی گئی ہیں ہماری صفیں (نماز میں) مثل صفوف ملائکہ کے)

۵۲...... اگر اور انبیاء کے عملی معجزات اپنی اپنی قوموں کی اقلیتوں کو جھکا کر رام کر سکے تو حضور ﷺ کے تنہا ایک ہی علمی معجزے قرآن حکیم نے عالم کی اکثریت کو جھکا کر مطیع بنالیا۔ کروڑوں ایمان لے آئے اور جو نہیں لائے وہ اس کے اصول ماننے پر مجبور ہو گئے پھر بعض نے انہیں اسلامی اصول کہہ کر تسلیم کیا اور بعض نے عملاً قبول کر لیا تو ان کی زبانیں ساکت رہیں۔ ۵۲ "ما من الانبیاء نبی الا اعطی ما مثله آمن علیه البشر وانما کان الذی او تیته وحیاه اوحاه الله الیّ فارجو ان اکون اکثرهم تابعاً (بخاری عن ہریرہ)" (کوئی نبی بھی ایسا نہیں گزرا کہ اسے کوئی ایسا اعجازی نشان نہ دیا گیا ہو جس پر آدمی ایمان لا سکے اور مجھے خدا نے وہ اعجازی نشان وحی کا دیا ہے (یعنی قرآن حکیم) جس سے مجھے امید ہے کہ میرے ماننے والے اکثریت میں ہوں گے۔ (خصائص کبریٰ ۲/۱۸۵))

۵۳...... (الف) اگر اور انبیاء کو عبادت الٰہی میں اس جہت سے بھی مخاطب نہیں بنایا گیا تو حضور کو عین نماز میں تحیت وسلام میں مخاطب بنایا گیا۔ "السلام علیك ایها النبی ورحمته الله وبرکاته" (سلامتی ہو تم پر اے نبی اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں)

۵۴...... (ب) اگر محشر میں اور انبیاء کے محدود جھنڈے ہوں گے جن کے نیچے صرف اُن کی قومیں اور قبیلے ہوں گے تو آپ کے عالمگیر جھنڈے کے نیچے جس کا نام لواء الحمد ہو گا۔ آدم اور ان کی ساری ذریت ہوگی۔ "آدم ومن دونه تحت لوائی یوم القیمة ولا فخر (مسند احمد)" (آدم اور ان کی ساری اولاد میرے جھنڈے کے تلے ہوں گے قیامت کے دن۔ مگر میں فخر سے نہیں کہتا بلکہ تحدیث نعمت کے طور پر کہہ رہا ہوں)

۵۴...... اگر انبیاء دام سب کے سب قیامت کے دن سامع ہوں گے۔ تو آپ ﷺ اس دن اولین و آخرین کے خطیب ہوں گے۔" فلیراجع (خصائص الکبریٰ) "(خصائص کبریٰ کی ایک طویل حدیث کا یہ ٹکڑا ہے)

۵۵...... اگر قیامت کے دن تمام انبیاء کی امتیں اپنے انبیاء کے نام اور انتساب سے پہچانی جاویں گی تو آپ کی امت مستقلاً خود اپنی ذاتی علامت اعضاء وضو کی چمک اور نورانیت سے پہچانی جائے گی۔" قالوا یا رسول اللّٰہ اتعرفنا یومئذ؟ قال نعم لکم سیما لیست لاحد من الامم تردون علی غراً محجلین من اثر الوضوء (مسلم عن ابی ہریرہ)" (صحابہ نے عرض کیا جبکہ آپ ﷺ حوض کوثر کا ذکر فرمارہے تھے) یارسول کیا آپ ہمیں اس دن پہچان لیں گے؟۔ (جبکہ اولین و آخرین کا ہجوم ہوگا) فرمایا ہاں تمہاری ایک علامت ہوگی جو امتوں میں سے کسی اور میں نہ ہوگی اور وہ یہ کہ تم میرے پاس (حوض کوثر پر) اس شان سے آؤ گے کہ تمہارے چہرے روشن اور پاؤں نورانی اور چمکدار ہوں گے وضو کے اثر سے یعنی اعضاء وضو کی چمک دمک سے میں تمہیں پہچان لوں گا)

۵۶...... اگر اور انبیاء کو حق تعالیٰ نے نام لے لے کر خطاب فرمایا کہ:" یآدم اسکن انت وزوجك الجنة (اے آدم! تو اور تیری زوجہ جنت میں ٹھہرو) ینوح اھبط بسلم منا وبرکت (اے نوح (کشتی سے) اتر ہماری ہوئی سلامتی اور برکات کے ساتھ) یا ابراھیم اعرض عن ھذا۔ (اے ابراہیم! اس سے درگزر کر) یموسیٰ انی اصطفیتك عن الناس برسلتی۔ (اے موسیٰ! میں نے تجھے لوگوں میں منتخب کیا اپنی پیغامبری کے ساتھ) یداؤد انا جعلنك خلیفة فی الارض (اے داؤد! میں نے تجھے زمین پر خلیفہ بنایا) یزکریا انا نبشرك بغلم اسمه یحییٰ (اے زکریا! ہم تجھے لڑکے کی بشارت دیتے ہیں) یایحییٰ خذ الکتاب بقوة (اے یحییٰ! کتاب کو مضبوط تھام) یعیسیٰ انی متوفیك ورافعك الیّ "(اے عیسیٰ! میں تجھے پورا پورا لینے والا اور اپنی طرف اٹھانے والا ہوں) تو حضور کو تکریماً نام کے بجائے آپ ﷺ کے منصبی القاب سے خطاب فرمایا جس سے آپ کی کامل محبوبیت عنداللہ نمایاں ہوتی ہے۔" یایھا الرسول بلغ ما انزل الیك من ربك (اے رسول ﷺ پہنچادے اس چیز کو جو میں نے تیری طرف اتاری)" یایھا النبی انا ارسلنك شاھدا (اے نبی! میں نے تجھے گواہ بنا کر بھیجا ہے)" یا ایھا المزمل قم اللیل الا قلیلا "

(اے کملی والے! قیام کررات بھر۔ مگر کچھ کم)" یایها المدثر. قم فانذر (القرآن الحکیم)" (اے چادر والے! کھڑا ہو اور لوگوں کو ڈرا)

۵۷...... اگر اور انبیاء کو ان کی امتیں اور ملائکہ نام لے لے کر پکارتے تھے۔ کہ "یموسیٰ اجعل لنا الٰھا کما لھم الھه (اے موسیٰ! ہمیں بھی ویسے ہی خدا بنا دے جیسے ان (صنعا والوں) کے ہیں) یعیسیٰ ابن مریم ھل یستطیع ربك؟" (اے عیسیٰ! ابن مریم! کیا تیرا رب اس کی قوت کر لیتا ہے)" یلوط انا ارسل ربك" (اے لوط! ہم تیرے پروردگار کے فرستادہ ہیں) تو اس امت کو ادباً حضور کا نام لے کر مخاطب بنانے سے روکا گیا" لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضاً" (مت پکارو رسول کو اپنے درمیان مثل آپس میں ایک دوسرے کو پکارنے کے بے تکلف نام لے لے کر خطاب کرنے لگو، بلکہ ادب و تعظیم کے ساتھ منصبی خطابات یا رسول اللہ ﷺ، یا نبی اللہ، یا حبیب اللہ وغیرہ کہہ کر پکارو)

۵۸...... اگر اور انبیاء کو معراج روحانی یا مثالی یا جسمانی مگر درمیانی آسمانوں تک دی گئی۔ جیسے حضرت مسیح کو چرخ چہارم تک، حضرت ادریس علیہ السلام کو پنجم تک تو حضور ﷺ کو روحانی معراجوں کے ساتھ جسمانی معراج کے ذریعہ ساتوں آسمان سے گزار کر سدرۃ المنتہیٰ اور مستوی تک پہنچا دیا گیا۔" ثم صعد بی فوق سبع السمٰوٰت واتیت سدرۃ المنتھیٰ (نسائی ج۱ ص۷۸، عن انس)" (پھر مجھے چڑھایا گیا ساتوں آسمان سے بھی اوپر اور میں سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچ گیا)

۵۹...... اگر اور انبیاء نے اپنی مدافعت خود کی اور دشمنان حق کو خود ہی جواب دے کر اپنی برأت بیان کی۔ جیسے نوح علیہ السلام پر قوم نے ضلالت کا الزام لگایا تو خود ہی فرمایا:" یقوم لیس بی ضلالة" (اے قوم مجھ میں گمراہی نہیں ہے۔ میں رب العٰلمین کا رسول ہوں) قوم عاد نے حضرت ہود علیہ السلام پر کم عقلی کا الزام لگایا تو خود ہی فرمایا:" یقوم لیس بی سفاھة" (اے قوم! مجھ میں سفاہت (کم عقلی) نہیں ہے۔ میں تو رب العٰلمین کا فرستادہ ہوں) ابراہیم علیہ السلام پر قوم نے شکست اصنام کا الزام لگا کر ایذاء دینی چاہی تو خود ہی توریہ کے ساتھ مدافعت فرمائی۔" بل فعله کبیر ھم ھذا" (بلکہ یہ بت شکنی تو ان میں کے بڑے کا کام ہے (یعنی میرا) مگر بلحاظ بڑے بت کا) حضرت لوط علیہ السلام کے مہمان صورت فرشتوں کو قوم نے تھمانے کی کوشش کی تو خود ہی اپنے لیے قوت مدافعت کی آرزو ظاہر فرمائی۔" لو ان لی بکم قوة او اوی الی رکن شدید" (اے کاش! مجھے تمہارے مقابلہ میں زور ہوتا یا جا کر بیٹھتا کسی مضبوط پناہ میں) تو

حضور ﷺ کی طرف سے ایسے مواقع پر مدافعت خود حق تعالیٰ نے فرمائی اور کفار کے طعنوں کی جواب دہی خود ہی کر کے آپ کی برأت بیان فرمائی، کفار مکہ نے آپ پر ضلالت کجراہی کا الزام لگایا تو فرمایا: "ما ضل صاحبکم وما غویٰ" (نہ تمہارا ساتھی گمراہ نہ کج راہ) کفار نے آپ کو بے عقل اور مجنوں کہا تو فرمایا۔ "ما انت بنعمة ربك بمجنون (تم اپنے رب کی دی ہوئی نعمتوں سے مجنون نہیں اور تمہارا ساتھی جنونی نہیں ہے) اور وما صاحبکم بمجنون"۔ کفار نے آپ کی پاکیزہ باتوں کو ہوائے نفسانی کی باتیں بتلایا تو فرمایا: "وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحیٰ" (اور پیغمبر ہوائے نفس سے کچھ نہیں کہتا۔ وہ تو وحی ہوتی ہے جو اس کی طرف کی جاتی ہے) کفار نے آپ کی وحی کو شاعری کہا۔ تو فرمایا: "وما ھو بقول شاعر" اور فرمایا: "وما علمنٰہ الشعر وما ینبغی لہ" (اور وہ قول شاعر کا نہیں اور ہم نے انہیں (حضور ﷺ کو) شاعری کی تعلیم نہیں دی اور نہ ہی ان کی شان کے مناسب تھا) کفار نے آپ کی ہدایتوں کو کہانت کہا تو فرمایا: "وما ھو بقول کاھن" (اور وہ قول کاہن کا نہیں ہے) کفار نے آپ کو مشقت زدہ اور معاذ اللہ شقاوت زدہ کہا تو فرمایا: "وما انزلنا علیك القرآن لتشقیٰ" (ہم نے قرآن تم پر اس لئے نہیں اتارا کہ تم تعب اور محنت میں پڑ جاؤ)

۶۰...... اگر حضرت آدم علیہ السلام کی تحیت کے لئے فرشتوں کو سجدہ کا حکم دیا گیا تو حضور ﷺ کی تحیت بصورت درود و سلام خود حق تعالیٰ نے کی جس میں ملائکہ بھی شامل رہے اور قیامت تک امت کو اس کے کرتے رہنے کا حکم دیا اور اسے عبادت بنا دیا۔ "ان اللّٰہ وملئکتہ یصلون علی النبی یایھا الذین آمنو صلوا علیه وسلموا تسلیما (القرآن الحکیم)" (اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی پر۔ اے ایمان والو! تم بھی درود و سلام اس نبی پر بھیجو) اور السلام علیك یایھا النبی ورحمته اللّٰہ وبرکاته"

۶۱...... اگر حضرت آدم علیہ السلام کا شیطان کافر تھا اور کافر ہی رہا تو حضور ﷺ کا شیطان آپ کی قوت تاثیر سے کافر سے مسلم ہو گیا۔ "کما فی الروایة الاتیة" (جیسا کہ اگلی روایات میں آ رہا ہے)

۶۲...... اگر حضرت آدم علیہ السلام کی زوجہ پاک (حوا) ان کی خطا میں معین ہوئیں تو حضور ﷺ کی ازواج مطہرات آپ کے کار نبوت میں معین ہوئیں۔ "فضلت علیٰ آدم بخصلتین کان شیطانی کافر افاعاننی اللّٰہ علیه حتیٰ اسلم وکن ازواجی عونالی۔ وکان شیطان آدم کافر۔ وزوجته عونا علی خطیئة (بیھقی عن ابن عمر)"

(مجھے دو باتوں میں آدم علیہ السلام پر فضیلت دی گئی ہے میرا شیطان کافر تھا جس کے مقابلہ میں اللہ نے میری مدد فرمائی یہاں تک کہ وہ اسلام لے آیا اور میری بیویاں میرے (دین کے) لئے مددگار بنیں (حضرت خدیجہؓ نے احوال نبوت میں حضور ﷺ کا ساتھ دیا۔ ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ وقتاً فوقتاً آپ ﷺ کی تسلی تشفی کی۔ حضرت عائشہؓ نصف نبوت کی حامل ہوئیں اور دوسری ازواج مطہرات قرآن کی حافظ اور حدیث کی راوی ہوئیں) درحالیکہ آدم علیہ السلام کا شیطان کافر ہی تھا۔ اور کافر ہی رہا اور ان کی زوجہ ان کی خطیہ میں ان کی معین ہوئیں کہ شجرۂ ممنوعہ کھانے کی ترغیب دی جس کو خطاء آدم علیہ السلام کہا گیا ہے)

٦٣...... اگر حضرت آدم علیہ السلام کو حجر جنت (حجر اسود) دیا گیا جو بیت اللہ میں لگا دیا گیا۔ حضور ﷺ کو روضۂ جنت عطا ہوا جو آپ کی قبر مبارک اور ممبر شریف کے درمیان رکھا گیا۔ ''مــــا بیـن بیتی ومنبری روضة ریاض الجنة (بخاری ج١ ص٢٥٣ و مسلم)'' (میری قبر اور ممبر کے درمیان ایک باغ ہے جنت کے باغوں میں سے)

٦٤...... اگر حضرت نوح علیہ السلام نے مساجد اللہ میں سے پانچ بت نکلوانے چاہے مگر نہ نکلے تو حضور ﷺ نے بیت اللہ میں تین سو ساٹھ بت نکالے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نکل گئے۔ اور نہ صرف بیت اللہ سے بلکہ اس کے حوالی اور مضافات سے بھی نکال پھینکے گئے۔'' وقالوا لا تذرن الهتكم ولا تـذرن وداً ولا سـواعـا ولا يـغوث و يعوق ونسرا (القرآن الحکیم) ان الشيـطـن قـديئس ان يعبده المصلون فی جزيرة العرب (مشکوٰۃ) يايها الذين آمـنـو انـمـاالـخـمرو والميسرو والانصاب ولازلام رجس من عمل الشيطان فـاجتنبوه (الـقـرآن الـحكيم) ''اور (قوم نوح نے) کہا کہ دیکھو اپنے خداؤں (یعنی پانچ بتوں) ود، سواع، یغوث یعوق اور نسر کو نوح کے کہنے سے ہرگز مت چھوڑنا (چنانچہ نہیں چھوڑا تا آنکہ طوفان میں غرق ہو گئے) اور حضور ﷺ نے تین سو ساٹھ بتوں کی ناپاکی کو ہمیشہ کے لئے نکال پھینکا۔ جیسا کہ سیر میں مرقوم ہے)

٦٥...... اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مقام ابراہیم دیا گیا جس سے بیت اللہ کی دیواریں اونچی ہوئیں تو حضور کو مقام محمود عطا ہوا جس سے رب البیت کی اونچائیاں نمایاں ہوئی اور ''عسی ان يبعثك ربك مقاماً محمودا'' (القرآن الحکیم) اور ساتھ ہی مقام ابراہیم کی تمام برکات سے پوری امت کو مستفید کیا گیا۔'' واتـخـذوا مـن مـقـام ابـراهيم مصلى '' (قریب ہے کہ اللہ آپ کو (اے نبی کریم) مقام محمود پر بھیجے گا جس پر پہنچ کر حضور ﷺ حق تعالیٰ کی عظیم ترین حمد و ثناء

کریں گے اور اس کی رفعت و بلندی بیان فرمائیں گے اور مقام ابراہیم کے بارے میں قرآن نے فرمایا: "فیہ آیات بینات مقام ابراھیم" (بیت اللہ میں مقام ابراہیم ہے جو جنت سے لایا ہوا ایک پتھر ہے جس پر کھڑے ہوکر حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ کی تعمیر کرتے تھے اور جوں جوں تعمیر اونچی ہوتی جاتی وہ پتھر اتنا ہی اونچا ہوجاتا اور جب حضرت کا اترنے کا وقت ہوتا تو پھر اصلی حالت پر آجاتا)

۶۶...... اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حقائق ارض وسماء دکھلائی گئیں۔ "وکذالك نری ابراھیم ملکوت السمٰوٰت والارض" تو حضور کو ان آیات کے ساتھ حقائق الٰہیہ دکھلائی گئیں۔ "لنریه من اٰیتنا (القرآن الحکیم)" (اور ایسے ہی دکھلائیں گے ہم ابراہیم کو آسمان وزمین کی حقیقتیں، اور تاکہ ہم دکھلائیں محمد ﷺ کو (شب معراج میں) اپنی خاص نشانیاں قدرت کی)

۶۷...... اگر حضرت خلیل اللہ کو آیات کونیہ زمین پر دکھلائی گئیں تو حضور ﷺ کو آیات الٰہیہ (آیات کبریٰ) کا مشاہدہ آسمانوں میں کرایا گیا۔ "لقد رای من ایٰت ربه الکبریٰ (القرآن الحکیم)" (بلاشبہ محمد ﷺ نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں)

۶۸...... اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نار نمرود اثر نہ کرسکی تو حضور ﷺ کے کئی صحابہ کو آگ نہ جلاسکی جس پر آپ ﷺ نے فرمایا: "الحمد لله الذی جعل فی امتنا مثل ابراھیم الخلیل (ابن رجب عن ابن لھیعه خصائص کبریٰ ج۲ ص۷۹)" (خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہماری امت میں ابراہیم خلیل کی مثالیں پیدا فرمائیں۔ عمار بن یاسر کو مشرکین مکہ نے آگ میں پھینک دیا۔ حضور ﷺ ان کے پاس سے گزرے تو ان کے سر پر ہاتھ رکھا اور فرمایا: "ینار کونی برداً وسلاماً علی عمار کما کنت علی ابراھیم" (عن عمر بن میمون خصائص کبریٰ ج۲ ص۸۰) اے آگ عمار پر بردوسلام ہوجا جیسے تو ابراہیم پر ہوگئی۔ ذویب ابن کلیب کو اسود عنسی نے آگ میں ڈال دیا۔ اور آگ اثر نہ کرسکی تو آپ نے وہ سابقہ جملہ ارشاد فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہماری امت میں ابراہیم علیہ السلام کی مثالیں پیدا فرمائیں۔ ایک خولانی شخص کو (جو قبیلہ خولان کا فرد تھا) اسلام لانے پر اس کی قوم نے اسے آگ میں ڈال دیا تو آگ اسے نہ جلاسکی (ابن عساکر عن جعفر ابی وحشیہ) وغیرہ)

۶۹...... اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو محشر میں سب سے اول لباس پہنا کر ان کی کرامت کا اعلان کیا جائے گا۔ تو حضور ﷺ کو حق تعالیٰ کی دائیں جانب ایسے بلند مقام پر کھڑا کیا جائے گا کہ

اولین وآخرین آپ ﷺ پر غبطہ کریں گے جب کہ وہاں تک کوئی نہ پہنچ سکے گا۔" اوّل من یکسی ابراهیم یقول الله تعالیٰ اکسوا خلیلی فیوتیٰ بریطتین بیضاوین من رباط الجنة ثم اکسیٰ علی اثره ثم اقوم عن یمین الله مقاماً یغبطنی الاولون والاخرون (رواه الدارمی عن ابن مسعود) "(سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو روزِ محشر لباس پہنایا جائے گا۔ فرمائیں گے حق تعالیٰ میرے خلیل کو لباس پہناؤ تو دو سفید براق چادریں جنت سے لائی جاویں گی اور پہنائی جاویں گی پھر ان کے بعد مجھے بھی لباس پہنایا جائے گا۔ پھر میں کھڑا ہونگا۔ اللہ کی جانب یمین ایک ایسے مقام پر کہ اولین وآخرین مجھ پر غبطہ کریں گے۔ یعنی میری کرامت سب پر فائق ہو جائیگی جن میں ابراہیم علیہ السلام بھی شامل ہیں)

۷۰...... اگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لئے پر جبریل سے زمزم کا سوت جاری ہوا جس سے وہ سیراب ہوئے تو حضور ﷺ کی زبان مبارک سے پانی کے سوت پھوٹے جس سے حضرت امام حسنؓ سیراب ہوئے۔" بینما الحسن مع رسول ﷺ اذ عطش فاشته ظماه فطلب له النبی ﷺ ماءً فلم یجده فاعطاه لسانه فمصه حتی روی (ابن عساکر عن ابی جعفر) "(اسی اثناء میں حضرت امام حسنؓ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے کہ اچانک انہیں پیاس لگی اور شدید ہوگئی تو حضور ﷺ نے ان کے لئے پانی طلب فرمایا مگر نہ مل سکا۔ تو آپ ﷺ نے اپنی زبان ان کے منہ میں دے دی جسے وہ چوسنے لگے اور چوستے رہے یہاں تک کہ سیراب ہو گئے)

۷۱...... اگر حضرت یوسف علیہ السلام کو شطر حسن یعنی حسن جزئی عطا ہوا۔ تو حضور ﷺ کو حسن کل یعنی حسن جامع عطا کر دیا گیا جس کی حقیقت جمال نبے جو سرچشمہ حسن اور صفت خداوندی ہے۔ "فلما اکبرنه وقطعن ایدیهن "(جب زنانِ مصر نے یوسف علیہ السلام کو دیکھا تو اپنے ہاتھ قلم کر ڈالے) جس کی شرح حضرت عائشہؓ نے فرمائی کہ زنانِ مصر نے یوسف علیہ السلام کو دیکھا تو ہاتھ قلم کر لئے۔ اگر میرے محبوب کو دیکھ پاتیں تو دلوں کے ٹکڑے کر ڈالتیں۔ جو حضور کے حسن وجمال کی افضلیت اور کلیت کی طرف اشارہ ہے۔ (مشکوۃ)

۷۲...... اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حق تعالیٰ نے کوہ طور اور وادی مقدس میں کلام کیا تو حضور ﷺ سے ساتویں آسمان پر سدرۃ المنتہیٰ کے نزدیک کلام فرمایا: "فاوحی الیٰ عبده ما اوحیٰ (القرآن الحکیم) "(سدرۃ المنتہیٰ کے پاس خدا نے اپنے بندے پر وحی کی جو اسے کرنا تھی)

۷۳...... اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصاء سے بارہ چشمے جاری ہوئے تو حضورﷺ کی انگشتان مبارک سے شیریں پانی کے کتنے ہی چشمے پھوٹ پڑے۔" فرایت الماء ینبع من بین اصابعه فجعل القوم یتوضأ ون فحزرت من توضأ ما بین السبعین الیٰ الثمانین (بخاری ومسلم عن انس) "(میں دیکھتا ہوں کہ پانی آپ کی انگلیوں کے درمیان میں سے جوش مار کر نکل رہا ہے۔ یہاں تک کہ پوری قوم نے اس سے وضو کرلیا تو میں نے جو وضو کرنے والوں کو شمار کیا تو وہ ستر اور اسی کے درمیان تھے)

۷۴...... اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کانوں کو لذت کلام دی گئی اور اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مقام خلت سے نوازا گیا تو حضورﷺ کی نظروں کو دیدار جمال سے مشرف کیا گیا۔" ان الله اصطفیٰ ابراهیم بالخلة واصطفیٰ موسیٰ بالکلام واصطفیٰ محمد بالرؤیته "(بیہقی عن ابن عباس)" ما کذب الفواد ماراٰی (القرآن الحکیم) "(اللہ نے منتخب کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنانے کے لئے اور منتخب کیا۔ موسیٰ علیہ السلام کو کلام کے لئے اور منتخب کیا محمدﷺ کو دیدار کے لئے۔ قرآن نے فرمایا:" محمدﷺ کے دل نے جو کچھ دیکھا غلط نہیں دیکھا)

۷۴...... اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سوال دیدار پر بھی انہیں" لن ترانی "تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے کا جواب دے دیا گیا تو حضورﷺ کو بلا سوال آسمانوں پر بلا کر دیدار کرایا گیا۔" ما کذب الفواد ماراٰی قال ابن عباس راه مرة ببصره ومرة بفواده (فتح الملهم فی التفسیر سورة النجم) "(دل نے جو کچھ دیکھا غلط نہیں دیکھا اس کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورﷺ نے حق تعالیٰ کو ایک بار آنکھوں سے اور ایک بار دل سے دیکھا)

موسیٰ ازهوش رفت بیك پر تو صفات

توعین ذات می نگرمی در تبسمی

۷۵...... اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صحابہ کو بحر قلزم میں راستے بنا کر بمعیت موسوی گزار دیا گیا تو حضورﷺ کے صحابہ کو بعد وفات نبوی دریائے دجلہ کے بہتے ہوئے پانی میں سے راہیں بنا کر گھوڑوں سمیت گزارا گیا۔" لما عبر المسلمون یوم مدائن اقتحم الناس دجلة الخ (خصائص کبریٰ ج۲ ص۲۸۳، کامل ابن اثیر عن العلاجن الحضرحی) "(فتح مدائن کے موقع پر مسلمانوں نے دریائے دجلہ کو عبور کیا اور اس میں لوگوں نے ہجوم کیا تو صحابہؓ کی کرامتوں کا

ظہور ہوا۔اس میں روایت کی بقدر ضرورت تفصیل یہ ہے کہ جب بغداد عراق پر مسلمانوں نے فوج کشی کی تو بغداد کے کنارہ پر اس ملک کا سب سے بڑا دریا دجلہ ہے جو بیچ میں حائل ہوا۔حضرات صحابہؓ کے پاس نہ کشتیاں تھیں اور نہ پیدل چل کر یہ گہرا پانی عبور کیا جا سکتا تھا۔اس موقع پر بظاہر اسباب ان حضرات کو فکر دامن گیر ہوا تو حضرت علاء بن الحضرمی نے دعا کا مشورہ دیا۔خود دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور سارے صحابہ نے مل کر دعا کی۔ختم دعا پر حکم دیا کہ سب مل کر ایک دم گھوڑے دریا میں ڈال دیں تو ان حضرات نے جوش ایمانی میں خدا پر بھروسہ کر کے گھوڑے دریا میں ڈال دیئے۔گھوڑے ہانپ ہانپ گئے۔پانی بہت زیادہ تھا تو حق تعالیٰ نے ان کے دم لینے کے لئے مختلف سامان فرمائے بعض صحابہؓ کے گھوڑوں کے لئے جا بجا پانی کی گہرائیوں میں خشکی نمایاں کر دی گئی۔بعض کے گھوڑے پانی ہی میں رک کر اور کھڑے ہو کر دم لینے لگے اور پانی انہیں ڈبو نہ سکا۔بعض کے گھوڑوں کو پانی کی سطح کے اوپر سے اس طرح گزارا گیا جیسے وہ زمین پر چل رہے ہیں جس پر اہل فارس نے ان مقدسین کی نسبت یہ کہا تھا کہ یہ انسان نہیں جنات معلوم ہوتے ہیں۔خلاصہ یہ کہ صحابہ موسوی (بنی اسرائیل) کو بحر قلزم میں بمعیت موسوی راستے بنا کر قلزم سے گزارا گیا تھا تو اس امت میں اس کی نظیر یہ واقعہ ہے جس میں صحابہ نبوی کے لئے دجلہ میں راستے بنائے گئے اور ایک انداز کے نہیں۔بلکہ مختلف اندازوں سے اور صحابہ بھی شکر نعمت کے طور پر اس کو واقعہ موسوی کی نظیر ہی کے طور پر دیکھتے تھے۔پس جو معاملہ بنی اسرائیل کے ساتھ نبی کی موجودگی میں کیا تو وہ معجزہ تھا اور یہاں وہی معاملہ بلکہ اس سے بھی بڑھ چڑھ کر نبی خاتم کے صحابہؓ کے ساتھ نبی کی وفات کے بعد کیا گیا جس سے ان کی کرامت نمایاں ہوئی اور امت محمدیہ کی فضیلت امت موسوی پر اس واقعۂ خاص میں بھی نمایاں رہی)

۷۶...... اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ارض مقدس (فلسطین) دی گئی تو حضور ﷺ کو مفاتیح ارض (زمین کی کنجیاں) عنایت کی گئیں۔"اوتیت مفاتیح خزائن الارض "(مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں سپرد کر دی گئیں)

۷۷...... اگر عصاء موسوی کے معجزے کے مقابلہ میں ساحران فرعون نے بھی اپنی اپنی لاٹھیوں کو سانپ بنا کر دکھلایا یا صورۃً معجزے کی نظیر لے آئے گو حقیقتاً وہ تخیل اور نقشبندی خیال تھی۔"فالقوا حبالهم وعصيهم يخيل اليه من سحرهم انها تسعى "(ساحران فرعون نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈالیں اور دیکھنے والوں کے خیال میں یوں گزرنے لگا کہ وہ سانپ بن کر دوڑ رہی ہیں) تو معجزۂ نبوی قرآن حکیم کے مقابلہ میں اللہ کے بار بار چیلنجوں کے باوجود آج تک جن

وانس ساحر وغیر ساحر، کاہن وغیر کاہن، اور شاعر وغیر شاعر مل کر بھی اس کی کوئی نظیر ظاہری صورت کی بھی نہ لا سکے۔ ''قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل هذا القرآن لایأتون بمثله ولو کان بعضهم لبعض ظهیرا (القرآن الحکیم) '' (کہہ دیجئے اے پیغمبر کہ اگر جن وانس اس پر جمع ہو جائیں کہ وہ اس قرآن کا مثل لے آئیں گے تو وہ نہیں لا سکیں گے۔ اگر چہ سب مل کر ایک دوسرے کی مدد پر بھی کھڑے ہو جائیں)

۷۸...... اگر حضرت یوشع ابن نون کے لئے آفتاب کی حرکت روک دی گئی تو وہ کچھ دیر غروب ہونے سے رکا رہا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ صاحب نبوی ﷺ کے لئے غروب شدہ آفتاب کو لوٹا کر دن کو واپس کر دیا گیا۔ ''نام رسول الله ﷺ وراسه فی حجر علی ولم یکن صلی العصر حتی غربت الشمس فلما قام النبی ﷺ دعا له فردت علیه الشمس حتیٰ صلی ثم غابت ثانیه (ابن مردویه عن ابی هریره و ابن منده وابن شاهین والطبرانی عن اسماء بنت عمیس) '' (نبی کریم ﷺ سو گئے اور آپ کا سر مبارک حضرت علیؓ کی گود میں تھا۔ حضرت علیؓ نے نماز عصر نہیں پڑھی تھی۔ یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ اور وہ حضور ﷺ کی نیند کے خیال سے نماز کے لئے نہ اٹھ سکے (جب نبی کریم ﷺ جاگے اور یہ صورت حال ملاحظہ فرمائی) تو حضرت علیؓ کے لئے دعا فرمائی۔ جس سے آفتاب لوٹا دیا گیا۔ دن نمایاں ہوا۔ یہاں تک کہ حضرت علیؓ نے نماز پڑھی اور سورج دوبارہ غروب ہوا)

۷۹...... اگر حضرت یوشع ابن نون کے لئے سورج روک کر اس کی روانی اور حرکت کے دو ٹکڑے کر دیئے تھے تو حضور ﷺ کے اشارہ سے چاند کے دو ٹکڑے کر ڈالے گئے۔ ''اقتربت الساعة وانشق القمر (القرآن الحکیم) '' (قیامت قریب آ گئی اور چاند دو ٹکڑے ہو گئے)

۸۰...... اگر حضرت داؤد علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے ہوائے نفس کی پیروی سے روکا کہ ''لا تتبع الهویٰ فیضلك عن سبیل الله '' (اے داؤد علیہ السلام! ہوائے نفس کی پیروی مت کرنا کہ وہ تمہیں راہ حق سے بھٹکا دے گی) تو حضور ﷺ سے اس ہوائے نفس کی پیروی کی نفی فرمائی اور خود ہی بریت ظاہر کی۔ ''وما ینطق عن الهویٰ ان هو الاوحی ویوحیٰ (القرآن الحکیم) '' (محمد ﷺ ہوائے نفس سے نہیں بولتے۔ وہ وحی ہوتی ہے جو ان کی طرف کی جاتی ہے)

۸۱...... اگر انگشتری سلیمانی میں جنات کی تاثیر تھی کہ وہ کسی وقت گم ہوتی تو جنات پر قبضہ نہ رہا تو انگشتری محمدی میں تسخیر قلوب وارواح کی تاثیر تھی کہ جس دن وہ عہد عثمانی میں گم ہوئی۔ اس دن سے قلوب وارواح کی وحدت میں فرق آ گیا اور فتنہ اختلاف شروع ہو گیا۔ ''بئر اریس ؟ وما

بئر اریس؟ سوف تعلمون !(نبی کریم ﷺ کے صحابی (......) انتقال کے بعد جبکہ ان کا جنازہ رکھا ہوا تھا تو اچانک ان کے ہونٹوں میں حرکت ہوئی یہ کلمات نکلے: ''اریس کا کنواں؟ کیا ہے وہ اریس کا کنواں؟ تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا۔'' صحابہ حیران تھے۔ کہ ان جملوں کا کیا مطلب ہے؟ کسی کی کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ دور عثمانی میں ایک دن حضرت ذی النورینؓ اریس کے کنویں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ انگلی میں نبی کریم ﷺ کی انگوٹھی تھی جسے آپ طبعی حرکت کے ساتھ ہلا رہے تھے کہ اچانک انگشتری طشتری سے نکل کر کنویں میں جا پڑی۔ قلوب عثمانی اور تمام صحابہ کے قلوب میں اضطراب و بے چینی پیدا ہوئی کنویں میں آدمی اترے۔ سارے کنویں کو کنگھال ڈالا۔ مگر انگشتری نہ ملنا تھی نہ ملی۔ آخر صبر کر کے سب بیٹھ رہے۔ اسی دن سے فتنوں کا آغاز ہو گیا اور بندھے ہوئے قلوب میں انتشار کی کیفیات آنے لگیں جو بعد کے فتنہ تخرب و اختلاف کا پیش خیمہ ثابت ہوئیں۔ اور نبی کریم ﷺ کی پیشین گوئی پوری ہو گئی کہ ''اذا وضع السیف فی امتی لم یرفع عنھا الیٰ یوم القیٰمۃ '' (میری امت میں جب تلوار نکل آئے گی) پھر قیامت تک میان میں نہ جائے گی) چنانچہ اس فتنہ کے سلسلہ میں سب سے پہلا مظلمہ اور ہولناک ظلم حضرت ذی النورینؓ کی شہادت کی صورت میں نمایاں ہوا۔ اب سب کی سمجھ میں آیا کہ بیر اریس کا کیا مطلب تھا؟ یہ درحقیقت اشارہ تھا کہ قلوب کی وحدت انگشتری محمدی کی برکت سے قائم تھی۔ اس کا بیرء اریس میں گم ہونا تھا کہ قلوب کی وحدت اور امت کی یگانگت پارہ پارہ ہو گئی۔ جو آج تک واپس نہیں ہوئی۔ پس جنات کا مسخر ہو جانا آسان ہے۔ جو آج تک بھی ہوتا رہتا ہے۔ لیکن انسانوں کے دلوں کی تالیف مشکل ہے۔ جو گم ہو کر آج تک نہیں مل سکی)

۸۲...... اگر حضرت سلیمان علیہ السلام کو منطق الطیر کا علم دیا گیا جس سے وہ پرندوں کی بولیاں سمجھتے تو حضور ﷺ کو عام جانوروں کی بولیاں سمجھنے کا علم دیا گیا جس سے آپ ان کی فریادیں سنتے اور فیصلے فرماتے تھے۔ اونٹ کی فریاد سنی اور فیصلہ فرمایا (بیہقی عن حماد بن سلمہ) بکری کی فریاد سنی اور اسے تسلی دی (مصنف عبدالرزاق) ہرنی کی فریاد سنی اور حکم فرمایا (طبرانی عن ام سلمہ) چڑیا کی بات سنی اور معالجہ فرمایا (بیہقی و ابو نعیم عن ابن مسعود) سیاہ گدھے سے آپ نے کلام فرمایا اور اس کا مقصد سنا۔ (ابن عساکر عن ابن منظور) (ان روایات کے تفصیلی واقعات یہ ہیں: نمبر ا...... ایک اونٹ آیا اور حضور اکرم ﷺ کے قدموں پر گر پڑا اور رونے لگا اور کچھ بلبلاتا رہا تو آپ نے اس کے مالک کو بلا کر فرمایا کہ یہ شکایت کر رہا ہے کہ تو اسے ستاتا ہے۔ اور اس پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ لادتا ہے۔ خدا سے ڈر۔ اس نے اقرار کیا اور توبہ کی۔ نمبر ۲...... ایک بکری کو قصاب ذبح کرنا چاہتا تھا جو

جائز ذبیحہ تھا۔ وہ اس سے چھوٹ کر حضورﷺ کی خدمت میں بھاگ آئی اور پیچھے پیچھے ہولی۔ آپﷺ نے فرمایا: اے بکری! صبر کر حکم خداوندی پر۔ اور اے قصاب اسے نرمی سے ذبح کر۔ نمبر۳......آپﷺ جنگل میں تھے کہ اچانک یا رسول اللہﷺ کی آواز آپ نے سنی۔ آپ نے دیکھا کہ کوئی نظر نہ آیا ایک جانب دیکھا تو ایک ہرنی بندھی ہوئی دیکھی۔ جس نے کہا یا رسول اللہﷺ ذرا میرے قریب آیئے۔ آپﷺ نے فرمایا: ''کیا بات ہے؟'' اس نے کہا میرے دو بچے اس پہاڑی میں ہیں۔ ذرا مجھے کھول دیجئے کہ میں انہیں دودھ پلا دوں۔ اور میں ابھی لوٹ آؤں گی فرمایا تو ایسا کرے گی کہ لوٹ آئے؟ کہا اگر ایسا نہ کروں تو خدا مجھے عذاب دے۔ آپﷺ نے اسے کھول دیا اور وہ حسب وعدہ دودھ پلا کر لوٹ آئی اور آپﷺ نے اسے وہیں باندھ دیا۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں نبی کریمﷺ کے ساتھ تھے کہ ایک درخت پر چڑیا کے دو بچے گھونسلے میں دیکھے۔ ہم نے انہیں پکڑ لیا۔ تو ان کی ماں حضورﷺ کے پاس آئی اور سامنے آکر فریادی کی سی صورت اختیار کرتی تھی۔ آپﷺ نے فرمایا کہ اس کے بچوں کو پکڑ کر کس نے اسے درد میں مبتلا کیا ہے؟ عرض کیا گیا ہم نے۔ فرمایا جہاں سے یہ بچے پکڑے تھے وہیں چھوڑ آؤ۔ تو ہم نے چھوڑ دیئے)

۸۳...... اگر حضرت سلیمان علیہ السلام بعض حیوانات کی بولیاں سمجھ جاتے تھے تو حضورﷺ کی برکت سے جانور انسانی زبان میں کلام کرتے تھے۔ جسے ہر انسان سمجھتا تھا۔ بھیڑیئے نے آپ کی رسالت کی شہادت عربی زبان میں دی (بیہقی عن ابن عمر) گوہ نے فصیح عربی میں نبوت کی شہادت دی۔ (طبرانی وبیہقی) (بھیڑیئے نے حضور کی نبوت کی شہادت دی اور لوگوں کو اسلام لانے کی دعوت بھی دی۔ لوگ حیران تھے کہ بھیڑیا آدمیوں کی طرح بول رہا ہے۔ نیز ایک بھیڑیا بطور وفد کے خدمت نبوی میں حاضر ہوا اور اپنے رزق کے بارے میں کہا۔ آپﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ یا تو ان بھیڑیوں کے لئے اپنی بکریوں میں سے خود کوئی حصہ مقرر کر دو یا انہیں ان کے حال پر رہنے دو۔ صحابہؓ نے بات حضورؐ پر چھوڑ دی۔ آپؐ نے رئیس الوفد بھیڑیئے کو کچھ اشارہ فرمایا اور وہ سمجھ کر دوڑتا ہوا چلا گیا)

۸۴...... اگر حضرت سلیمان علیہ السلام پرندوں کی بات سمجھ لیتے تھے تو حضورﷺ اپنی بات حیوانات کو سمجھا دیتے تھے۔ بھیڑیئے کو آپﷺ نے بات سمجھا دی اور وہ راضی ہو کر چلا گیا۔

(طبرانی عن عمرؓ)

۸۵...... اگر حضرت سلیمان علیہ السلام پرندوں کی بات سمجھ لیتے تھے تو حضورﷺ کو پوری

زمین کی کنجیاں سپرد کردی گئیں جس سے مشارق ومغارب پر آپ کا اقتدار نمایاں ہوا۔" اعطیت مفاتیح الارض (مسند احمد عن علی)"

۸۶...... اگر حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملک یہ کہہ کر مانگا کہ وہ میرے ساتھ مخصوص رہے میرے بعد کسی کو نہ ملے۔ چنانچہ ان کی امت اور رعیت میں سے کسی کو نہیں ملا۔" رب هب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی "تو حضور کو مشارق ومغارب کا ملک بے مانگے بلکہ انکار کے باوجود دیا گیا۔ جسے آپ نے اپنی امت کا ملک فرمایا جو آپ کے بعد امت کے ہاتھوں ترقی کرتا رہا۔ اور دنیا کے آخری دور میں امت ہی کے ہاتھوں پوری دنیا پر چھا جائے گا۔" ان اللّٰہ زوی فی الارض مشارقھا ومغاربھا وسیبلغ ملك امتی مازوی لی منھا (بخاری) "(اللہ نے زمین کا مشرق ومغرب مجھے دکھلایا اور میری امت کا ملک وہیں تک پہنچ کر رہے گا جہاں تک میری نگاہیں پہنچیں ہیں)

۸۷...... اگر حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے ہوا مسخر ہوتی کہ اپنے قلمرو میں جہاں چاہیں اڑ کر پہنچ جائیں تو حضور ﷺ کے لئے براق مسخر ہوا کہ زمینوں سے آسمانوں اور آسمانوں سے جنتوں اور جنتوں سے مستوی تک پل بھر میں پہنچ جائیں۔ (جیسا کہ معراج کی مشہور حدیث میں اس کی تفصیلات موجود ہیں جن میں براق کی ہیئت اور قد وقامت تک کی بھی تفصیلات فرما دی گئی ہیں)

۸۸...... اگر سلاطین انبیاء کے وزراء زمین تک محدود تھے جو ان کے ملک کے بھی زمین تک محدود ہونے کی علامت ہے تو حضور ﷺ کے دو وزیر زمین کے تھے ابوبکرؓ وعمرؓ اور دو وزیر آسمانوں کے تھے جبرئیل علیہ السلام ومیکائیل علیہ السلام جو آپ کے ملک کے زمین وآسمان دونوں تک پھیلے ہوئے ہونے کی علامت ہے۔" ولی وزیر ای فی الارض وزیر ای فی السماء اما وزیر ای فی الارض فابو بکر وعمر۔ واما وزیر ای فی السماء فجبریل ومیکائیل (الریاض النفرة) "(میرے دو وزیر زمین میں ہیں اور دو آسمان میں، زمین کے وزیر ابوبکرؓ وعمرؓ ہیں اور آسمان کے وزیر جبرائیل علیہ السلام ومیکائیل علیہ السلام ہیں)

۸۹...... اگر حضرت مسیح علیہ السلام کو احیاء موتی کا معجزہ دیا گیا۔ جس سے مردے زندہ ہو جاتے تھے تو آپ ﷺ کو احیاء موتی کے ساتھ احیاء قلوب وارواح کا معجزہ بھی دیا گیا جس سے مردہ دل

جی اٹھے اور صدیوں کی جاہل قومیں عالم و عارف بن گئیں۔" ولن یقبضه الله حتی یقیم به الملة العوجاء بان یقولوا لا اله الا الله ویفتح به اعیننا عمیاء واذانا صما وقلوبا غلفا (بخاری عن عمرو ابن العاص) "(حضرت عمرو بن عاصؓ فرماتے ہیں کہ حضورﷺ کی شان تورات میں یہ فرمائی گئی ہے کہ حق تعالیٰ آپ کو اس وقت تک دنیا سے نہیں اٹھائے گا جب تک کہ آپ کے ذریعہ سے ٹیڑھی قوم (عرب) کو سیدھا نہ کر دے کہ وہ توحید پر نہ آجائیں اور کھولے گا آپ کے ذریعہ ان کی اندھی آنکھیں اور بہرے کان اور اندھے دل)

۹۰...... اگر حضرت روح اللہ کے ہاتھ پر قابل حیات پیکروں مثلاً پرندوں کی ہیئت یا انسانوں کی مردہ نعش میں جان ڈالی گئی تو حضورﷺ کے ہاتھ پر نا قابل حیات کھجور کے سوکھے تنہ میں حیات آفرینی کی گئی۔" فصاحت النخلة صیاح الصبی (بخاری عن جابر) "(حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ کھجور کا ایک سوکھا تنا جس پر ٹیک لگا کر حضورﷺ خطبہ ارشاد فرماتے تھے جب ممبر بن گیا اور آپﷺ اس پر خطبہ دینے کے لئے چڑھے تو سوکھا ستون اس طرح رونے چلانے لگا اور سسکنے لگا جیسے بچے سکتے ہیں۔ تو آپ نے شفقت و پیار سے اس پر ہاتھ رکھا تب وہ چپ ہوا۔ (خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۷۵)) نیز آپ کے اعجاز سے دروازہ کے کواڑوں نے تسبیح پڑھی اور دست مبارک میں کنکریوں کی تسبیح کی آوازیں سنائی دیں۔ (خصائص کبریٰ)

۹۱...... اگر مسیح کے ہاتھ پر زندہ ہونے والے پرندوں میں پرندوں ہی کی سی حیات آئی اور وہ پرندوں ہی کی سی حرکات کرنے لگے تو آپﷺ کے ہاتھ پر جی اٹھنے والے کھجور کے سوکھے تنے میں انسانوں بلکہ کامل انسانوں کی سی حیات آئی کہ وہ عاشقانہ گریہ و بکاء اور عشق الٰہی میں فنائیت کی باتیں کرتا ہوا اٹھا۔ وہاں حیوان کو حیوان ہی نمایاں کیا گیا اور یہاں سوکھی لکڑی کو کامل انسان بنا دیا گیا۔" کما فی الحدیث السابق "(جیسا کہ حدیث بالا میں گزرا)

استن حنانہ از ہجر رسولﷺ

نالہ ہامی زدچو ارباب عقول

۹۲...... اگر حضرت مسیح علیہ السلام کو آسمانوں میں رکھ کر کھانے پینے سے مستغنی بنایا گیا تو حضرت خاتم الانبیاءﷺ کی امت کے لوگوں کو زمین پر رہتے ہوئے کھانے پینے سے مستغنی کر دیا گیا۔ یاجوج ماجوج کے خروج اور ان کے پوری زمین پر قابض ہو جانے کے وقت مسلمین ایک

محدود طبقہ زمین میں پناہ گزیں ہوں گے تو ان کے بارہ میں آنحضرت ﷺ سے سوال کیا گیا۔

"قالو فما طعام المومنین یومئذ؟ قال التسبیح والتکبیر والتهلیل (مسند احمد عن عائشة) " (لوگوں نے عرض کیا کہ آج کے دن یعنی یاجوج ماجوج کے قبضہ عمومی کے زمانہ میں مسلمانوں کے کھانے پینے کی صورت کیا ہوگی؟ فرمایا تسبیح و تکبیر اور تہلیل یعنی ذکر اللہ ہی غذا ہو جائے گا۔ جس سے زندگی برقرار رہے گی۔ اور اسماء بنت عمیس کی روایت میں ہے کہ مسلمانوں کے لئے کھانے پینے کی حد تک وہی چیز کفایت کرے گی جو آسمان والوں (ملائکہ) کو کفایت کرتی ہے۔ یعنی تسبیح و تقدیس)

"وفی روایت اسماء بنت عمیس نحو وفیه یجزئهم ما یجزی اهل السماء من التسبیح والتقدیس (خصائص الکبریٰ ج۲ ص۲۱۵)"

۹۳...... اگر حضرت مسیح علیہ السلام کی حفاظت کے لئے روح القدس (جبرئیل علیہ السلام) مقرر تھے تو حضور ﷺ کی حفاظت خود حق تعالیٰ فرماتے تھے: "والله یعصمك من الناس (القرآن الحکیم)" (اور اللہ بچاؤ فرمائے گا تمہارا (اے محمد ﷺ) لوگوں (کے شر) سے)

ہو کیوں جبریل دربان محمد ﷺ
خدا خود ہے نگہبان محمد

(حضرت شیخ الہند)

۹۴...... اگر اور انبیاء کی امتیں پابند رسوم و جزئیات اور بندھی جڑی رسموں کے اتباع میں مقلد جامد بنائی گئیں کہ نہ ان کے یہاں ہمہ گیر اصول تھے کہ ان سے ہنگامی احکام کا استخراج کریں اور نہ انہیں تفقہ کے ساتھ ہمہ گیر دین دیا گیا تھا کہ قیامت تک دنیا کا شرعی نظام اس سے قائم ہو جائے تو امت محمدی مفکر، فقیہ اور مجتہد امت بنائی گئی تاکہ اصول وکلیات سے حسب حوادث وواقعات احکام کا استخراج کر کے قیامت تک کا نظم اس شریعت سے قائم کرے جس سے اس کے فتاویٰ اور کتب فتاویٰ کی تعداد ہزاروں اور لاکھوں تک پہنچی۔ "وانزلنا الیك الذکر لتبین للناس ما نزل الیهم ولعلهم یتفکرون (القرآن الحکیم) فلولا نفر من کل فرقة منهم طائفة لیتفقهوا فی الدین " (اور ہم نے آپ کی طرف اے پیغمبر ذکر (قرآن) اتارا تاکہ آپ کھول کھول کر لوگوں کے لئے وہ چیزیں بیان کر دیں جو ان کی طرف اتاری گئیں اور تاکہ لوگ بھی (ان

بین المراد امور میں) تفکر اور تدبر کریں اور فرمایا کیوں ایسا نہیں ہوتا۔ (یعنی ضرور ہونا چاہئے) کہ ہر جماعت اور ہر طبقہ میں سے کچھ کچھ لوگ نکلیں اور دین میں تفقہ اور سمجھ پیدا کریں)

۹۵...... اس لئے اگر انبیاء سابقین مفروض الطاعۃ تھے تو اللہ و رسول کے بعد اس امت کے راسخین فی العلم علماء ہی مفروض الاطاعۃ بنائے گئے۔ "یـایـهـا الـذیـن آمـنـو اطیـعـو الله واطیعو الرسول واولی الامر منکم۔ (القرآن الحکیم)

۹۶...... اگر علماء بنی اسرائیل کو احبار و رہبان کا لقب دیا گیا جو اتخذوا احبارهم ورهبانهم اربابا من دون الله "تو اس امت کے راسخین فی العلم کو کانبیاء بنی اسرائیل کا لقب دیا گیا۔ "علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل " (میری امت کے علماء مثل بنی اسرائیل کے ہیں (نورانیت اور آثار کی نوعیت میں) یہ حدیث گو ضعیف ہے مگر فضائل اعمال میں قبول کی گئی ہے۔ چنانچہ امام رازیؒ نے اس سے دو جگہ استشہاد کیا ہے) اور انہیں انبیاء کی طرح دعوت عام اور تبلیغ عموی کی طرح دعوت عام اور تبلیغ عموی کا منصب دیا گیا۔ اسی لئے ایک حدیث میں علماء امت کے انوار کو انوار انبیاء سے تشبیہ دی گئی۔ "ونورهم یوم القیمۃ مثل نور الانبیاء (بیهقی عن وهب ابن منبۃ) " (یہ امت امت مرحومہ ہے میں نے اسے نوافل دیئے جیسے انبیاء کو دیئے۔ ان کے فرائض وہ رکھے جو انبیاء و رسل کے رکھے حتیٰ کہ جب وہ قیامت کے دن آئیں گے تو ان کی نورانیت انبیاء کی نورانیت جیسی ہوگی (جیسے اعضاء وضو چمکتے ہوئے ہونگے) کیونکہ میں نے ان پر پاکیزگی ہر نماز کے لئے وہی فرض کی ہے جو انبیاء پر فرض ہے۔ چنانچہ ارشاد نبوی ہے کہ (هذا وضوئی ووضو الانبیاء من قبل) جس سے تین تین بار اعضاء وضو کا دھونا امت کے لئے سنت قرار دیا گیا جو اصل میں انبیاء کا وضو ہے۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انبیاء کے اعضاء وضو بھی اس طرح چمکتے ہوں گے مگر یہ وضو اور امتوں کو نہیں دیا گیا۔ بجز امت مرحومہ کے تو اسی کا نور مشابہ ہوگیا انبیاء کے نور کے۔ اور میں نے امت کو امر کیا ہے غسل جنابت کا جیسا کہ انبیاء کو دیا تھا اور امت کو امر کیا حج کا جیسا کہ انبیاء کو کیا تھا، چنانچہ کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے حج نہ کیا ہو اور امر کیا امت کو جہاد کا جیسا کہ رسولوں کو امر کیا۔ حدیث علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کا بعض علماء نے انکار کیا ہے لیکن اس انکار کا مطلب زیادہ سے زیادہ ان الفاظ کا انکار ہوسکتا ہے۔ لیکن حدیث کے معنی یعنی علماء۔ امت بعد امت کی تشبیہ انبیاء سے

بلحاظ مضمون ثابت شدہ ہے۔ اس لئے حدیث اگر لفظاً ثابت نہ ہو تو بھی معناً ثابت ہے۔ اس لئے علماء نے جگہ جگہ اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ جیسے امام رازیؒ نے آیت کریمہ یایها الناس قد جاء تکم موعظة من ربکم کے تحت میں مراتب بیان کرتے ہوئے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ پھر ایسے ہی آیت کریمہ قالت لهم رسلهم ان نحن الا بشر مثلنا کے نیچے مراتب وکمال ونقصان بیان کرتے ہوئے اس حدیث سے استدلال کیا ہے) نیز امت کے کتنے ہی اعمال کو اعمال انبیاء سے تشبیہ دی گئی کہ وہ اعمال یا انبیاء کو دیئے گئے یا اس امت کو عطا ہوئے دوسری امتوں کو نہیں ملے۔ یعنی خصوصیات انبیاء سے صرف یہ امت سرفراز ہوئی۔ "وامته امة مرحومة اعطيتهم من النوافل مثل اعطيت الانبياء وافترضت عليهم الفرائض التى افترضت على الانبياء والرسل حتى ياتونى يوم القيمة ونورهم مثل نور الانبياء وذالك انى افترضت عليهم ان يتطهروا فى كل صلوٰة كما افترضت على الانبياء وامرتهم بالغسل من الجنابة كما امرت الانبياء وامرتهم بالحج كما امرت الانبياء وامرتهم بالجهاد كما امرت الرسل (بيهقى عن وهب ابن منبهؒ)"

۹۷...... اگر امم سابقہ (جیسے یہود) میں توبہ قتل سے ہوتی تھی۔ "يٰقوم انكم ظلمتم انفسكم باتخاذكم العجل فتوبو الى بارئكم فاقتلو انفسكم (القرآن الحكيم)" (اے قوم بنی اسرائیل! تم نے گئو سالہ کو اپنا معبود بنا کر اپنے اوپر ظلم کیا ہے تو اپنے پیدا کرنے والے کے آگے توبہ کر) تو اس امت کی توبہ قلبی ندامت رکھی گئی۔ "الندم توبة" (ندامت ہی توبہ ہے جب بندہ دل میں پشیمان ہوگیا اور آئندہ اس بدی سے باز رہنے کا عزم باندھ لیا تو توبہ ہوگئی نہ قتل نفس کی ضرورت رہی نہ ترک مال کی)

۹۸...... اگر امت موسیٰ وعیسیٰ علیہم السلام کا صرف ایک قبلہ (بیت المقدس) تھا۔ اور اگر اہل عرب کا صرف ایک قبلہ (کعبہ معظمہ) تھا تو امت محمدیہ کو یکے بعد دیگرے یہ دونوں قبلے عطا کئے گئے جس سے یہ امت جامع امم ثابت ہوئی۔ "قد نرىٰ تقلب وجهك فى السماء فلنولينّك قبلة ترضٰها (القرآن الحكيم)"

۹۹...... اگر اور امتوں کی سیئات کا کفارہ دنیا یا آخرت کی رسوائی بغیر نہ ہوتا تھا کہ وہ سیئہ

درو دیوار پر مع صورت کفارہ لکھ دی جاتی تھی تو اس امت کے معاصی کا کفارہ توبہ استغفار اور ستاری ومسامحہ کے ساتھ نمازوں سے ہو جاتا ہے۔ارشاد نبوی ہے:"کانت بنو اسرائیل اذا اصاب احدهم الخطیئة وجدها مکتوبا علی بابه وکفارتها فان کفرها کانت له خزی فی الدنیا وان یکفرها کانت له خزی فی الآخرة و قد اعطا کم الله خیرا من ذالك قال تعالیٰ ومن یظلم سوآء او یظلم نفسه ثم یستغفرالله یجد الله غفورا رحیما والصلوات الخمس والجمعة الی الجمعة کفارات لما بینهن (ابن جریر عن ابی العالیه) "(بنی اسرائیل جب گناہ کرتے تو ان کے دروازوں پر وہ گناہ اور اس کا کفارہ لکھ کر انہیں رسوا کر دیا جاتا تھا اگر کفارہ ادا کرتے تو دنیا کی اور نہ کرتے تو آخرت کی رسوائی ہوتی لیکن تمہیں اے امت محمد ﷺ اس سے بہتر صورت دی گئی اللہ نے فرمایا کہ جو کوئی بری حرکت کرے اور اپنے نفس پر ظلم کرے اور پھر سے مغفرت چاہے تو اللہ کو غفور رحیم پائے گا (عام رسوائی اور فضیحتی نہ ہوگی) اور پھر پانچ نمازیں اور جمعہ دوسرے جمعہ تک درمیانی گناہوں کا کفارہ ہوں گے)

۱۰۰...... اگر امت موسیٰ علیہ السلام نے دعوت جہاد کے جواب میں اپنے پیغمبر کو یہ کہہ کر صاف جواب دے دیا کہ اے موسیٰ تو اور تیرا پروردگار لڑلو۔ہم تو یہیں بیٹھے ہوئے ہیں تو امت محمدی ﷺ نے کمال اطاعت کا ثبوت پیش کرتے ہوئے نہ صرف ارض حجاز بلکہ شرق وغرب میں دین محمدی ﷺ کے علم کو سربلند کیا اور "اعظم درجة عند الله" کا بلند مرتبہ حاصل کیا۔

۱۰۱...... اگر اور انبیاء علیہم السلام کی امتیں محشر میں اپنی شہادت میں اپنے انبیاء علیہم السلام کو پیش کریں گی تو انبیاء علیہم السلام اپنی شہادت میں اس امت کو اور یہ امت اپنی شہادت میں حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کو پیش کرے گی۔"یجاء بنوح یوم القیٰمة فیقال له هل بلغت؟ فیقول نعم یا رب فتسال امته هل بلغکم؟ فیقولون ما جاء نا من نذیر فیقول من شهودك؟ فیقول محمد ﷺ وامته فقال رسول الله ﷺ فیجاء بکم فتشهدون انه قد بلغ ثم قراء رسول الله ﷺ وکذالك جعلنکم امة وسطا لتکونوا شهداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شهیدا (بخاری عن ابی سعیدؓ) "(قیامت کے دن نوح علیہ السلام لائے جائیں گے اور پوچھا جائے گا کہ تم نے اپنی

امت کو تبلیغ کی؟ کہیں گے کی ہے اے میرے رب! تو ان کی امت سے پوچھا جائے گا کہ کیا نوح علیہ السلام نے تمہیں تبلیغ کی؟ وہ کہیں گے ہمارے پاس تو کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ نوح علیہ السلام سے پوچھا جائے گا کہ تمہارا گواہ کون ہے؟ عرض کریں گے محمد ﷺ اور ان کی امت۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس وقت تم (اے امت والو) بلائے جاؤ گے اور تم گواہی دو گے کہ نوح علیہ السلام نے تبلیغ کی۔ پھر حضور ﷺ نے یہ آیت پڑھی اور ہم نے تمہیں اے امت محمد یہ! درمیانی اور معتدل امت بنایا ہے تا کہ تم اقوام عالم پر گواہ بنو اور وہ تم پر گواہ ہو)

۱۰۲...... اگر اور انبیاء علیہم السلام کی امتیں نہ اوّل ہوں نہ آخر بلکہ بیچ میں محدود ہوں گی تو یہ امت اوّل بھی ہوگی اور آخر بھی "جعل امتی هم الاخرون وهم الاولون" (ابو نعیم عن انسؓ) آخر میں دنیا میں اور اوّل قیامت میں حساب و کتاب میں بھی اوّل اور داخلۂ جنت میں بھی اوّل۔ "نحن الاخرون من اهل الدنياء والاولون يوم القيمة المقضى لهم قبل الخلائق (ابن ماجه ابى هريرةؓ وحذيفةؓ)" (میری ہی امت آخر بھی رکھی گئی اور اوّل بھی۔ دوسری حدیث ہے۔ ہم آخر ہیں دنیا میں اور اوّل ہیں آخرت میں کہ سب خلائق سے پہلے ہمارا فیصلہ سنایا جاوے گا)

۱۰۳...... اگر موسوی امت کو اپنے دور کے لوگوں پر فضیلت دی گئی "وانى فضلتكم على العلمين" تو امت محمدی ﷺ کو علی الاطلاق اولین و آخرین پر فضیلت دے کر افضل الامم فرمایا گیا۔ "كنتم خير امة اخرجت للناس (القرآن الحكيم)" (تم بہترین امت ہو جو انسانوں کے لئے کھڑی کی گئی ہے اور حدیث ہے میری امت بہترین امم بنائی گئی ہے اور حدیث ہے زبور میں کہ حق تعالٰی نے فرمایا۔ اے داؤد! میں نے محمد ﷺ کو علی الاطلاق فضیلت دی اور اس کی امت کو تمام امتوں پر فضیلت دی ہے) وحدیث "جعلت امتى خير الامم (مسند بزار عن ابى هريرةؓ)" وحدیث "وفى الزبور يا داؤد انى فضلت محمدا وامته على الامم كلهم (خصائص الكبرىٰ ج۱ ص۱٤)"

یا رب تو کریمی و رسول ﷺ تو کریم
صد شکر کہ ہستیم میان دو کریم

۱۰۴...... اگر صحابہ موسیٰ علیہ السلام باوجود معیت موسیٰ علیہ السلام کے بیت قدس یعنی خود اپنے

قبلہ کو اپنے ہی وطن (یعنی فلسطین کو بھی فتح کرنے سے جی چھوڑ بیٹھے اور صاف کہہ دیا)" اذھب انت وربك فقاتلا انا ههنا قاعدون "(موسیٰ علیہ السلام! تو اور تیرا پروردگار لڑلو ہم تو یہیں بیٹھے ہوئے ہیں (ہم سے یہ قتال و جہاد کی مصیبت نہیں سہی جاتی) اس امت کے بارے میں ہے کہ ہم نے تمہیں اے نبی! فتح مبین دی۔ (مکہ فتح ہو گیا) اور آیت میں ہے کہ اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ وہ امت محمدیہ ﷺ کو زمین کی خلافت و سلطنت ضرور بخشے گا، چنانچہ حضور ﷺ کے زمانہ میں پہلے مکہ فتح ہوا۔ پھر خیبر اور بحرین فتح ہوا۔ پھر پورا جزیرہ عرب کا اکثر حصہ فتح ہوا، پھر یمن کا پورا ملک فتح ہوا۔ پھر ہجوس کے مجوس سے خرید لیا گیا۔ اطراف شام و روم و مصر اسکندریہ وحبشہ پر اثرات قائم ہوئے کہ بادشاہ روم (قیصر) بادشاہ حبش (نجاشی) شاہ مصر و اسکندریہ مقوقس شاہان عمان وغیرہ نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں تحائف بھیج کر اپنی فرمانبرداری اور نیازمندی کا ثبوت دیا۔ پھر صدیق اکبرؓ خلیفۂ رسول اللہ ﷺ نے جزیرہ عرب پورے کا پورا لے لیا۔ فارس پر فوج کشی کی۔ شام کے اہم علاقے بصریٰ وغیرہ فتح ہوئے۔ پھر فاروق اعظمؓ کے زمانہ میں پورا شام پورا مصر، فارس وایران اور پورا روم اور قسطنطنیہ فتح ہوا۔ پھر عہد عثمانی میں اندلس، قبرص، بلاد قیران وسبتہ اقصائے چین و عراق وخراسان، اہواز اور ترکستان کا ایک بڑا علاقہ فتح ہوا اور پھر امت کے ہاتھ پر ہندو، سندھ، یورپ وایشیاء کے بڑے بڑے ممالک فتح ہوئے۔ جن پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا اور بالآخر زمانہ آخر میں پوری دنیا پر بیک وقت اسلام کا جھنڈا لہرانے لگا۔ وعدہ امت کو دیا گیا۔ جو پورا ہو کر رہے گا جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے) تو صحابہ محمدی ﷺ نے اپنے پیغمبر کی اطاعت کرتے ہوئے اپنے وطن (حجاز) کے ساتھ عالم کو فتح کر ڈالا" انا فتحنا لك فتحا مبينا " کا ظہور ہوا اور "ليستخلفنهم في الارض " کا وعدہ خداوندی پورا کر دیا گیا۔ (القرآن الحکیم)

۱۰۵...... اگر جنت میں ساری امتیں چالیس صفوں میں ہوں گی تو حضور ﷺ کی تنہا امت اسی (۸۰) صفیں پائے گی۔" اهل الجنة عشرون ومائة صف ثمانون منها من هذه الامة واربعون من سائر الامم (ترمذی ودارمی بیهقی عن بریده)"

۱۰۶...... اگر اور امتوں کے صدقات اور انبیاء علیہم السلام کے خمس نذر آتش کئے جانے سے قبول ہوتے تھے جس سے امتیں مستفید نہیں ہو سکتی تھیں تو امت محمدی ﷺ کے صدقات وخمس خود امت کے غرباء پر خرچ کرنے سے قبول ہوتے ہیں جس سے پوری امت مستفید ہوتی ہے۔" وكانت

الانبیاء یعزلون الخمس فتجئ النار وتأکله و امرت انا ان اقسم بین فقراء امتی (بخاری فی تاریخه عن ابن عباسؓ) "(اگراورانبیاءعلیہم السلام اپناخمس کاحق چھوڑ دیتے تھے۔تو آگ آتی تھی اور اسے جلا ڈالتی تھی (یہی اس کی قبولیت کی علامت تھی۔مجوائے قرآن حکیم "حتی یاتینا بقربان تاکله النار "اور مجھےامر کیا گیا ہے کہ میں اس خمس کو تقسیم کردوں اپنی امت کے فقراء میں۔(خصائص الکبریٰ ج۲ص۱۸۷))

۱۰۷...... اگراورانبیاءعلیہم السلام پروحی آتی تھی جس سے اصلی تشریع کاتعلق تھاتواس امت کے ربانیوں پرالہام اتراجس سےاجتہادی شریعتیں کھلیں۔"واذا جاء هم امر من الامن اوالخوف اذا عوبه ولو ردوه الی الرسول والیٰ اولیٰ الامر منهم لعلمه الذین یستبطونه منهم "(اور جب ان کے پاس کوئی بات امن کی یاخوف کی آتی ہےتو اسے پھیلا دیتے۔حالانکہ اگروہ اسے رسول یااپنے میں سےاولوالامر کی طرف لوٹا دیتے تو اسے ان میں سے استنباط کرنے والے جان لیتے......جواس میں سےنئی چیزیں مستنبط کرکے نکال لیتے)

۱۰۸...... اگراورانبیاءکی امتیں ضلالت عامہ سے نہ بچ سکیں توامت محمد ﷺ کوگمراہی عامہ سے ہمیشہ کے لئے مطمئن کردیا گیا۔"لا تجمع امتی علی الضلالة "(میری ﷺ امت (ساری کی ساری مل کربھی بھی) گمراہی پرجمع نہیں ہوسکتی)

۱۰۹...... اگراورانبیاءکی امتوں کامل کرکسی چیز پرجمع ہوجانا عنداللہ حجت شرعیہ نہیں تھا کہ وہ گمراہی عامہ سےمحفوظ نہ تھیں توامت محمد ﷺ کااجماع حجت شرعیہ قرار دیا گیا کہ وہ عام گمراہی سےمحفوظ کی گئی ہے۔"ماراه المؤمنون حسناً فهو عندالله حسن وحدیث انتم شهداء الله فی الارض ولتکونو اشهداء علی الناس "(جسے مسلمان اچھا سمجھ لیں وہ عنداللہ بھی اچھا ہےاورحدیث تم اللہ کےسرکاری گواہ ہوزمین میں۔اورآیت کریمہ ہم نےتمہیں اےامت محمد ﷺ درمیانی درجہ کی امت بنایا ہے(تمہیں بھی اس کادھیان چاہئے)اورحدیث تم اللہ کےسرکاری گواہ ہوزمین پر)اورآیت کریمہ ہم نےتمہیں درمیانی امت بنایا ہےتا کہ تم گواہ بنودنیا کےانسانوں پر)

۱۱۰...... اگراورانبیاءکی امتیں گمراہی عامہ کی وجہ سےمعذب ہوہوکرختم ہوتی رہی ہیں توامت محمد ﷺ کوعذاب عام اوراستیصال عام سےدائمی طور پربچالیا گیا۔"وما کان الله لیعذبهم

و انت فیھم وما کان اللّٰہ معذبھم وھم یستغفرون (القرآن الحکیم)"

۱۱۱...... اگر اور انبیاء کی امتوں کو جنت میں نفس مقامات سے نوازا جائے گا تو امت محمدیہ کو ہر مقام کا دہ گنہ درجہ دیا جائے گا۔ تا آنکہ اس امت کے ادنیٰ سے ادنیٰ جنتی کا ملک بہ نص حدیث دس دنیا کے برابر ہوگا۔ "فماظنك باعلاھم" (جیسا کہ آیت کریمہ "من جاء بالحسنة فله عشر امثالھا" اس پر شاہد ہے)

۱۱۲...... اگر امم سابقہ کی شفاعت صرف ان کے انبیاء ہی کریں گے تو اس امت کی شفاعت حضور ﷺ کے ساتھ اس امت کے صلحاء بھی کریں گے اور ان کی شفاعت سے جماعتیں کی جماعتیں نجات پا کر داخل ہوں گی۔ "ان من امتی من یشفع للفئام ومنھم من یشفع للقبیلة ومنھم من یشفع للعصبة ومنھم من یشفع للرجل حتیٰ یدخلوا الجنة (ترمذی عن ابی سعید)" (میری امت میں ایسے بھی ہوں گے جو کئی کئی شفاعتیں کریں گے اور ایک خاندان بھر کی، بعض خاندان کے ایک حصہ کی اور بعض ایک شخص کی۔ تا آنکہ یہ لوگ اس کی شفاعت سے جنت میں داخل ہو جائیں گے)

۱۱۳...... اگر اور انبیاء علیہم السلام کی امتوں کے نام ان کے وطنوں اور قبیلوں یا انبیاء کے ناموں سے رکھے گئے۔ جیسے عیسائی، یہودی، ہندو وغیرہ تو امت محمد یہ ﷺ کے دو نام اللہ نے اپنے ناموں سے رکھے۔ "مسلم اور مؤمن، یایھود تسم اللّٰہ باسمین وسمی اللّٰہ بھما امتی ھو السلام وسمیٰ بھا امتی المسلمین وھو المؤمن وسمیٰ بھا امتی المؤمنین (مصنف ابن ابی شیبہ عن مکحول)" (اے یہودی! اللہ نے اپنے دو نام رکھے۔ اور پھر ان دونوں ناموں سے نام میری امت کا رکھا۔ اللہ تعالیٰ سلام ہے تو اس نام پر اس نے میری امت کو مسلمین کہا۔ اور وہ مومن ہے تو اپنے اس نام پر اس نے میری امت کو مؤمنین فرمایا)

یہ سارے امتیازی فضائل و کمالات جو جماعت انبیاء میں آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کی نسبت غلامی سے امتوں میں اس امت کو دیئے گئے تو اس کی بناء ہی یہ ہے کہ اور انبیاء علیہ السلام نبی ہیں اور آپ ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور امتیں امم واقوام ہیں اور یہ امت خاتم الامم اور خاتم الاقوام ہے اور انبیاء علیہم السلام کی کتب آسمانی کتب ہیں اور آپ ﷺ کی لائی ہوئی کتاب خاتم الکتب ہے اور ادیان ادیان ہے اور یہ دین خاتم الادیان ہیں اور شرائع شریعتیں ہیں اور یہ شریعت خاتم الشرائع ہے۔

یعنی آپ ﷺ کی خاتمیت کا اثر آپ ﷺ کے سارے ہی کمالات وآثار میں رچا ہوا ہے۔ پس یہ امتیازی خصوصیت محض نبوت کے اوصاف نہیں بلکہ ختم نبوت کی خصوصیات ہیں۔ اس لئے جیسے آپ ﷺ تمام انبیاء میں ختم نبوت کے مقام سے ممتاز اور افضل ہیں۔ ایسے ہی آپ ﷺ کی یہ خاتمیت کی ممتاز سیرت تمام انبیاء علیہم السلام کی سیرتوں سے ممتاز اور افضل ہے۔ چنانچہ خود حضور ﷺ نے بھی ختم نبوت اور خاتمیت کو اپنی خصوصیات میں شمار فرمایا۔ حدیث ابو ہریرہؓ میں آپ ﷺ نے جہاں اپنی چھ امتیازی خصوصیات جوامع الکلم اور غیر معمولی رعب وغیرہ ارشاد فرمائی۔ وہیں انمیں سے ایک خصوصیت یہ بھی فرمائی کہ: ''وختم بی النبیون '' (بخاری ومسلم) ''مجھ سے نبی ختم کر دیئے گئے۔''

اس کا قدرتی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ حضور ﷺ کی یہ خصوصیت اور ممتاز سیرت ختم نبوت کے تسلیم کئے بغیر زیر تسلیم نہیں آسکتی۔ ان خصوصی فضائل کو وہی مان سکے گا جو ختم نبوت کو مان رہا ہو۔ ورنہ ختم نبوت کا منکر درحقیقت ان تمام فضائل وکمالات اور خصوصیت نبوی کا منکر ہے۔ گو زبان سے وہ حضور ﷺ کی افضلیت کا دعویٰ کرتا رہے۔

مگر یہ دعویٰ ختم نبوت کے انکار کے ساتھ زمانہ سازی اور حیلہ سازی ہوگا۔ بہر حال حضور ﷺ کے کمالات کے دائرہ میں ہر کمال کا یہ انتہائی نقطہ نبوت کی خاتمیت کا اثر ہے نہ محض نبوت کا۔

اس سے یہ اصولی بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ شے کی انتہا میں اس کی ابتداء لپٹی ہوئی ہے اور کمالات کے ہر انتہائی نقطہ میں اس کے تمام ابتدائی مراتب مندرج ہوتے ہیں۔ سورج کی روشنی سارے عالم میں درجہ بدرجہ پھیلی ہوئی ہے۔ جس کے مختلف اور متفاوت مراتب ہیں۔ لیکن اس کے انتہائی مرتبہ نور میں اس کے ابتدائی نور کے تمام مراتب کا جمع رہنا قدرتی ہے۔ مثلاً اس کے نور کا ادنیٰ درجہ ضیاء اور چاندنا ہے جو بند مکانوں میں بھی پہنچا ہوا ہوتا ہے۔

اس سے اوپر کا مرتبہ دھوپ ہے جو کھلے میدانوں اور صحنوں میں پھیلی ہوئی ہوتی ہے۔ جس سے میدان روشن کہلاتے ہیں۔ اس سے اوپر کا مرتبہ شعاعوں کا ہے جس کا باریک تاروں کی طرح فضائے آسمانی میں جال پھیلا ہوا ہوتا ہے اور فضا ان سے روشن رہتی ہے۔ اس سے بھی اوپر کا مرتبہ اصل نور کا ہے جو آفتاب کی ٹکیہ کے چوگرد اس سے لپٹا ہوا اور اس سے چمٹا ہوا ہوتا ہے۔ جس سے آفتاب کا ماحول منور رہتا ہے اور اس سے اوپر ذات آفتاب ہے جو بذات خود روشن ہے لیکن یہ ترتیب خود اس کی دلیل ہے کہ آفتاب سے نور صادر ہوا۔ نور سے شعاع برآمد ہوئی۔ شعاع سے

دھوپ نکلی اور دھوپ سے چاند نا نکلا گویا ہر اعلیٰ مرتبہ کا اثر ادنیٰ مرتبہ ہے جو اعلیٰ سے صادر ہو رہا ہے۔ اس لئے بآسانی یہ دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ ضیاء و روشنی دھوپ میں تھی۔ جب ہی تو اس سے برآمد ہوئی، دھوپ شعاعوں میں تھی جب ہی تو اس سے نکلی۔

شعاعیں نور میں تھیں جب ہی اس سے صادر ہوا۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ روشنی کے یہ سارے مراتب آفتاب کی ذات میں جمع تھے جب ہی تو واسطہ بلا واسطہ اس سے صادر ہو ہو کر عالم کے طبقات کو منور کرتے رہے۔ پس آفتاب خاتم الانوار ہونے کی وجہ سے جامع الانوار ثابت ہوا۔ اگر نور کے سارے مراتب اس پر پہنچ کر ختم نہ ہوتے تو اس میں یہ سب کے سب مراتب جمع بھی نہ ہوتے تو قدرتی طور پر خاتمیت کے لئے جامعیت لازم نکلی۔

ٹھیک اسی طرح حضرت خاتم الانبیاء ﷺ جب کہ خاتم الکمالات ہیں جن پر نبوت کے تمام علمی و عملی اور اخلاقی و احوالی مراتب ختم ہو جاتے ہیں۔ تو آپ ہی ان سارے کمالات کے جامع بھی ثابت ہوتے ہیں اور نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ نبوت کا ہر کمال جس جس رنگ میں جہاں جہاں اور جس جس پاک شخصیت میں موجود تھا وہ آپ ﷺ ہی سے نکلا اور آخر کار آپ ﷺ ہی پر آکر منتہی ہوا تو یقیناً وہ آپ ﷺ ہی میں جمع بھی تھا۔

اس لئے وہ تمام امتیازی کمالات علم و اخلاق اور کمالات احوال و مقامات جو مذکورہ بالا دفعات میں پیش کئے گئے ہیں اور جو آپ کے لئے وجہ امتیاز و فضیلت ہیں جب کہ آپ ﷺ ہی پر پہنچ کر ختم ہوئے تو وہ بلا شبہ آپ ہی میں جمع شدہ بھی تھے ورنہ آپ پر پہنچ کر ختم نہ ہوتے اور جب آپ ﷺ کی ذات بابرکات جامع الکمالات بلکہ منبع کمالات ثابت ہوئی اور آپ کے سارے کمالات انتہائی ہو کر جامع مراتب کمالات ثابت ہوئے۔

مصحفے گشت جامع آیات
منتہیش غایت ہمہ غایات

تو یقیناً آپ کی شریعت جامع الشرائع آپ کا دین جامع الادیان، آپ کا لایا ہوا علم جامع علوم اولین و آخرین، آپ کا خلق خلق عظیم یعنی جامع اخلاق سابقین ولاحقین اور آپ کی لائی ہوئی کتاب جامع کتب سابقین ہے جو آپ کی خاتمیت کی واضح دلیل ہے۔ اس لئے آپ ﷺ کی خاتمیت کی شان سے آپ ﷺ کی جامعیت ثابت ہوگئی۔

مصدقیت

اب اس جامع سے آپ ﷺ کی افضلیت کا ایک اور مقام نمایاں ہوتا ہے۔ اور وہ

شانِ مصدقیت ہے کہ آپ ﷺ سابقین کی ساری شریعتوں اوران کی لائی ہوئی ساری کتابوں کے تصدیق کنندہ ثابت ہوتے ہیں۔جس کا دعویٰ قرآن حکیم نے فرمایا ہے۔

۞...... ''ثم جاء کم رسول مصدق لما معکم'' ﴿ پھر تمہارے پاس (اے پیغمبران الٰہی) وہ عظیم رسول ﷺ آ جائیں جو تمہارے ساتھ کی ہر چیز۔﴾

سماوی کتب نبوت، معجزات تعلیمات وغیرہ کے تصدیق کنندہ ہوں (تو تم ان پر) ایمان لانا اوران کی نصرت کرنا۔اور فرمایا:

۞...... ''بل جاء بالحق مصدق المرسلین'' ﴿ بلکہ محمد ﷺ آئے اور رسولوں کی تصدیق کرتے ہوئے۔﴾

وجہ ظاہر ہے کہ جب آپ کی شریعت میں تمام پچھلی شریعتیں جمع ہیں اور آپ کی لائی ہوئی کتاب (قرآن) میں تمام پچھلی کتب سماویہ مندرج ہیں تو ان کی تصدیق خود اپنی تصدیق ہے۔ جس کی بناء سورج کی مثال سے کھل چکی ہے کہ جیسے ہر انتہاء میں اس کے ابتدائی مراتب جمع ہوجاتے ہیں۔ویسے ہی وہ سارے ابتدائی مراتب نکلتے بھی اس انتہائی مرتبہ سے ہیں۔

اس لئے سابق شریعتیں درحقیقت اس انتہائی شریعت کے ابتدائی مراتب ہونے کے سبب اسی میں سے نکلی ہوئی مانی جاویں گی ورنہ یہ شریعت انتہائی اور وہ ابتدائی نہ رہیں گی جو مشاہدہ اور عقل ونقل کیخلاف ہے۔وہ اپنی جگہ مسلم شدہ ہے۔پس اس جامع شریعت کی تصدیق کے بعد ممکن ہی نہیں کہ ابتدائی شریعتوں کی تصدیق نہ کی جائے بلکہ خود اس مصدقہ شریعت میں جمع شدہ ہیں۔ ورنہ خود اس شریعت کی تصدیق بھی باقی نہ رہے گی۔اس لئے جب یہ آخری اور جامع شریعت آپ کے اندر سے ہوکر نکلی تو سابقہ شریعتیں بھی بالواسطہ آپ ہی کے اندر سے ہوکر آئی ہوئی تسلیم کی جاویں گی۔

''وانه لفی زبر الاولین'' اور یہ قرآن پچھلوں کی کتابوں میں بھی (لپٹا ہوا موجود تھا) اس لئے اس شریعت کی تصدیق کے لئے پچھلی شریعتوں کی تصدیق ایسی ہی ہوگی جیسے اپنے اجزاء واعضاء کی تصدیق اور ظاہر ہے کہ اپنے اعضاء واجزاء اور بالفاظ دیگر خود اپنی تکذیب کون کرسکتا ہے؟

ورنہ یہ معاذ اللہ خود اپنی شریعت کی تکذیب ہوجائے گی۔جب کہ یہ ساری شریعتیں اسی آخری شریعت کے مبادی ومقدمات اور ابتدائی مراتب تھے۔تو کل کی تصدیق کے اس کے تمام صحیح اجزاء کی تصدیق ضروری ہے ورنہ وہ کل کی ہی تصدیق نہ رہے گی۔اس لئے سارے پچھلے ادیان

کے حق میں آپ ﷺ کے مصدق ہونے کی شان نمایاں تر ہو جاتی ہے اور واضح ہو جاتا ہے کہ ''اسلام'' اقرار شرائع کا نام ہے۔ انکار شرائع کا نہیں۔ تصدیق مذاہب کا نام ہے۔ تکذیب مذاہب کا نہیں۔ توقیر ادیان کا نام ہے۔ تحقیر ادیان کا نہیں۔ تعظیم مقتدایان مذاہب کا نام ہے۔ توہین مقتدایان کا نام نہیں۔

اس کا قدرتی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اسلام کا ماننا درحقیقت ساری شریعتوں کا ماننا اور اس کا انکار ساری شریعتوں کا انکار ہے اور اسلام آجانے کے بعد اس سے منکر درحقیقت کسی بھی دین وشریعت کے مقر تسلیم نہیں کئے جاسکتے۔

اس بناء پر اگر ہم دنیا کے سارے مسلم اور غیر مسلم افراد سے یہ امید رکھیں کہ وہ حضرت خاتم النبیین ﷺ کی اس جامع وخاتم سیرت کے مقامات کو سامنے رکھ کر اس آخری دین کو پوری طرح سے اپنائیں اور اس کی قدر وعظمت کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھیں تو یہ بے جا آرزو نہ ہوگی۔ مسلمانوں سے تو اس لئے کہ حق تعالیٰ نے انہیں اسلام دے کر دین ہی نہیں دیا بلکہ سرچشمہ ادیان دے دیا اور ایک جامع شریعت دے کر دنیا کی ساری شریعتیں ان کے حوالہ کر دیں۔ جب کہ وہ سب کی سب شاخ در شاخ ہو کر اسی آخری شریعت سے نکل رہی ہیں جس سے مسلمان بیک وقت گویا سارے ادیان وشریعت پر عمل کرنے کے قابل اور اس جامع عمل سے اپنے لئے جامعیت کا مقام حاصل کرنے کے قابل بنے ہوئے ہیں۔ اور اس طرح وہ ایک دین نہیں بلکہ تمام ادیان عالم پر مرتب ہونے والے سارے ہی اجر وثواب اور درجات ومقامات کے مستحق ٹھہر جاتے ہیں۔

اندریں صورت اگر ہم یوں کہیں تو خلاف حقیقت نہ ہوگا۔ اگر وہ صحیح معنی میں عیسائی، موسائی، ابراہیمی اور نوحی بھی ہیں کہ آج انہی کے دم سے سچی نوحیت، ابراہیمیت، موسائیت اور عیسائیت دنیا میں زندہ ہے جب کہ بلا استثناء ان سب کے ماننے اور ان کی لائی ہوئی شرائع کو سچا تسلیم کرنے کی روح انہوں نے ہی دنیا میں پھونک رکھی ہے بلکہ اپنی جامع شریعت کے ضمن میں ان سب شریعتوں پر عمل پیرا بھی ہیں۔ ورنہ آج ابراہیم کے ماننے والے براہمہ اپنے کو اس وقت تک براہمہ نہیں سمجھتے جب تک کہ وہ حضرت موسیٰ وعیسیٰ ومحمد علیہم السلام کی تکذیب وتوہین نہ کرلیں۔

اسی طرح آج کی عیسائیت کو ماننے والے بزعم خود اپنی عیسائیت کو اس وقت تک برقرار نہیں رکھ سکتے جب تک کہ وہ محمدیت کی تکذیب نہ کرلیں۔ گویا ان کے مذاہب کی بنیاد ہی تکذیب پر ہے۔ تصدیق پر نہیں۔ انکار پر ہے اقرار پر نہیں۔ توہین پر ہے توقیر پر نہیں۔ جہالت پر ہے

معرفت پر نہیں۔ حالانکہ مذہب نام اقرار کا ہے۔ انکار کا نہیں۔ ایمان نام معرفت کا ہے جہالت کا نہیں۔ دین نام محبت کا ہے۔ عداوت کا نہیں۔ پس تسلیم واقرار، تعظیم وتوقیر، علم ومعرفت اور ایمان ودین کا کارخانہ سنبھلا ہوا ہے تو صرف اسلام ہی سے سنبھلا ہوا ہے۔

اور اسی کی تسلیم عام اور تصدیق عام کی بدولت تمام مذاہب کی اصلیت اور توقیر محفوظ ہے۔ ورنہ اقوام دنیا نے مل کر تعصبات کی راہوں سے اس کارخانہ کو درہم برہم کرنے میں کوئی کسر اٹھا کر نہیں رکھی۔ بنابریں اسلام کے ماننے والے تو اس لئے اسلام کی قدر پہچانیں اور اسے دستور زندگی بنائیں کہ اللہ نے انہیں تعصبات کی دلدل سے دور رکھ کر دنیا کی تمام قوموں، امتوں اور ان کے تمام مذاہب اور شریعتوں کا رکھوالا اور محافظ بنایا اور ان میں سے شور وغش کو الگ دکھا کر اصلیت کا راز داں تجویز کیا۔

دوسرے ان کا اقرار وتسلیم صرف ان ہی کی شریعت تک محدود نہیں بلکہ شاخ در شاخ بنا کر دنیا کی تمام شریعتوں تک پھیلا دیا جس سے اگر ایک طرف ان کے دین کی وسعت وعمومیت اور جامعیت نمایاں کی جو خود دین والوں کی جامعیت اور وسعت کی دلیل ہے تو دوسری طرف اسلامی دین کا غلبہ بھی تمام ادیان پر پورا کر دیا۔ جس کی قرآن نے "لیظھرہ علی الدین کلہ" (تاکہ اسلامی دین کو اللہ تمام دینوں پر غالب فرمائے) خبر دی تھی۔

کیونکہ غلبہ دین کی اس سے زیادہ نمایاں اور واضح دلیل اور کیا ہو سکتی ہے کہ دین اسلام تمام ادیان کا مصدق بن کر ان میں روح کی طرح دوڑا ہوا انہیں تھامے ہوئے ہے ان کا قیوم اور سنبھالنے والا ہے۔ اور اسی کے دم سے ان کی تصدیق وتوثیق باقی ہے ورنہ اقوام عالم تو مذاہب کی تردید وتکذیب کر کے انہیں لاشئے محض بنا چکی تھیں۔ "وقالت الیھود لیست النصاریٰ علی شئی۔ وقالت النصاریٰ لیست الیھود علی شئی" (یہود نے کہا کہ نصارا لاشے محض ہیں اور نصاریٰ نے کہا کہ یہود لاشئ محض ہیں) اور اس طرح ہر قوم اپنے سوا دوسرے مذاہب کو تردید وتکذیب سے دفن کر چکی تھی۔ مصدق عام اور قیوم عمومی بن کر تو اسلام ہی آیا جس نے ہر مذہب کی اصلیت نمایاں کر کے اس کی تصدیق کی اور اسے باقی رکھا جس سے، مذاہب سابقہ اپنا دورہ پورا کر دینے کے بعد بھی دلوں اور ایمانوں میں محفوظ رہے اور کون نہیں جانتا کہ کسی چیز کا سنبھالنے اور تھامنے والا ہی اس چیز پر غالب ہوتا ہے، جسے وہ تھام رہا ہے۔ ورنہ بلا غلبہ کے تھامتا کیسے؟ اور تھمی شئے تھامنے والے کے سامنے مغلوب اور ضعیف ہوتی ہے۔ ورنہ اسے تھامنے والے کے سہارے کی ضرورت کیوں پڑتی؟

پس جب کہ ادیان سابقہ کی اصلیت اسلام کے سہارے تھمی ہوئی ہے تو ادیان سابقہ اس کے محتاج ثابت ہوئے اور وہ ان کے لحاظ سے غنی رہا۔ اور ظاہر ہے کہ محتاج غنی پر غالب نہیں ہوتا۔ بلکہ غنی محتاج پر غالب ہوتا ہے۔ اس لئے اسلام کا غلبہ اس قومیت کے سلسلہ سے تمام ادیان پر نمایاں ہو جاتا ہے۔

✿...... "**هو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ ودین الحق لیظهره علی الدین کله**" ﴿اللہ ہی وہ ذات ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ اس اسلامی دین کو تمام دینوں پر غالب فرمائے۔﴾

پس اسلام کا غلبہ جہاں حجت و برہان سے اس نے دکھلایا۔ جہاں تیغ و سنان سے اس نے دکھلایا۔ جو باہر کی چیزیں ہیں وہیں خود دین کی ذات سے ہی دکھلایا اور وہ اس کی عمومیت، قیومیت اور مصدقیت عام ہے جس سے اس نے روح بن کر ادیان کو سنبھال رکھا ہے۔ جس سے اس دین کا بین الاقوامی دین ہونا بھی واضح ہو جاتا ہے۔ بہر حال اسلام والے تو اس لئے اسلام کی قدر کرتے ہیں کہ وہ کامل، جامع مصدق عالمگیر دین اور روح ادیان عالم ہے جو انہیں پشتینی طور پر ہاتھ لگ گیا ہے۔

اور غیر مسلم اس لئے اس کی طرف بڑھیں اور اس کی قدر پہچانیں کہ آج کی ہمہ گیر دنیا میں اول تو جزوی اور مقامی ادیان چل نہیں سکتے۔ جیسا کہ مشاہدہ میں آ رہا ہے کہ ہر ایک مذہب کو یا منظر عام سے ہٹ کر چھپنے کے لئے پہاڑوں اور غاروں کی پناہ لینی پڑتی ہے اور یا باہر آ کر زمانہ کے تقاضوں کے مطابق اپنے اندر ترمیمیں کرنی پڑ رہی ہیں اور وہ بھی اسلام ہی سے لے کر تا کہ دنیا میں اس کے گاہک باقی رہیں۔ مگر ان میں سے کوئی چیز بھی ان ادیان کے محدود اور مقامی اور محض قومی ہونے کو نہیں چھپا سکتی۔

ان کے پیوندوں سے خود ہی پتہ چل جاتا ہے کہ لباس کو نمائش کی حد تک صحیح دکھلانے اور جاذب نظر بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس لئے ان قومیتوں کی حد بندیوں کے مذاہب سے دلوں کی توجہ ہٹتی جا رہی ہے۔ جیسا کہ مشاہدہ میں آ رہا ہے۔ اندریں صورت تقاضائے دانش و بینش اور مقتضائے فطرت صرف یہ ہے کہ اجزاء سے ہٹ کر کل اور مجموعہ کو اپنایا جائے جس کے ضمن میں یہ جزوی دین اپنی اصلیت کی حد تک خود بخود آ جائیں اور ظاہر ہے کہ جب اصلیت کی حد تک اسلام نے تمام شرائع اور ادیان کو اپنے ضمن میں لے رکھا ہے تو اسلام قبول کرنے والے ان ادیان سے بھی محروم نہیں رہ سکتے۔

بلکہ اگر وہ اپنے ادیان کی حفاظت چاہتے ہیں تو اب بھی انہیں اسلام ہی کا دامن سنبھالنا چاہئے۔ کیونکہ اسلام ہی نے ان ادیان کو تا بحد اصلیت اپنے ضمن میں سنبھال رکھا ہے۔ اگر وہ اپنے ادیان کی موجودہ صورتوں پر جمے رہتے ہیں تو اول تو وہ بے سند ہیں۔ ان کی کوئی حجت سامنے نہیں، اسلام ان کی سند تھا۔ تو اسے انہوں نے اختیار نہیں کیا۔

اسلام سے ہٹ کر دوسرے مذاہب میں دین کی سند استناد کا کوئی سسٹم ہی نہیں جس سے ان کی اصلیت کا پتہ نشان لگ سکے اور ظاہر ہے کہ بے سند بات پر بحث نہیں ہوسکتی اور اگر کسی حد تک کوئی اپنی سلامی فطرت سے اصلیت کا کوئی سراغ نکال بھی لے تو زیادہ سے زیادہ وہ ایک جزئی، قومی اور مقامی دین کا پیرو رہا جو آج کے بین الاقوامی، بین الاوطانی اور عمومیت وکلیت کے دور میں چل نہیں سکتا۔ اسی لئے ارباب ادیان ایسے دینوں میں ترمیمات کے مسودے لا رہے ہیں اور آئے دن اس قسم کی خبروں سے اخبارات کے کالم بھرے رہتے ہیں۔

البتہ اگر وہ اسلام سنبھال لیں تو اس پر چلنا درحقیقت تمام ادیان پر چلنا ہے اور وہ ہر دین کی جتنی واقعی اصلیت ہے اسے تھامے رہنا ہے اس لئے نفس دین کا تھامنا ضروری ہو تب اور اپنے اپنے ادیان کا تھامنا ضروری ہے۔ تب بہر دو صورت اسلام ہی کا تھامنا عقلاً اور نقلاً ضروری نکلتا ہے۔

بہر حال نبی کریم ﷺ کے خاتم النبیین ہونے سے آپ ﷺ کی لائی ہر چیز شریعت۔ کتاب، قوم، امت، اصول قواعد اور احکام وغیرہ ساری چیزیں خاتم ٹھہرتی ہیں۔ اسی لئے جس طرح آپ کو خاتم النبیین فرمایا گیا اسی طرح آپ کے دین کو خاتم الادیان بتایا گیا۔ ارشاد ربانی ہے۔

✿...... ''الیوم اکملت لکم دینکم'' ﴿آج کے دن میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کردیا۔

اور ظاہر ہے کہ اکمال اور تکمیل دین کے بعد نئے دین کا سوال پیدا نہیں ہوسکتا اس لئے یہ کامل دین ہی خاتم الادیان ہوگا کہ کوئی تکمیل طلب ایسے ہی آپ ﷺ کی امت کو خاتم الامم کہا گیا جس کے بعد کوئی امت نہیں۔ حدیث قتادہؓ میں ہے۔

✿...... ''نحن اخرها وخيرها (درمنثور)'' ﴿ہم (امتوں میں) سب سے آخر ہیں اور سب سے بہتر ہیں۔﴾

حدیث ابی امامہ میں ہے:

۞...... "یایها الناس لا نبی بعدی لا امة بعدکم (مسند احمد، کنزالعمال ج ۵ ص ۲۹۴)" ﴿اے لوگو! میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں۔﴾
(یعنی میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو۔ یہی وہ خاتمیت ہے)
آپ ﷺ اپنی مسجد کے بارے فرمایا جو حدیث عبداللہ بن ابراہیم میں ہے کہ:

۞...... "فانی آخر الانبیاء مسجدی آخر المساجد (مسلم)" ﴿میں خاتم الانبیاء ہوں اور میری مسجد آخر المساجد ہے۔ (وہی آپ ﷺ کی خاتمیت مسجد میں آئی)﴾

حدیث عائشہؓ میں یہ دعویٰ خاتمیت کے الفاظ کے ساتھ ہے۔"انا خاتم الانبیاء ومسجدی خاتم مساجد الانبیاء (کنزالعمال ج ۱۲ ص ۲۷۰)"

اور جب کہ آپ ﷺ کی آوردہ کتاب (قرآن) ناسخ الادیان اور ناسخ الکتب ہے تو یہی معنی اس کے خاتم الکتب ہونے کے ہیں۔ کیونکہ ناسخ ہمیشہ آخر میں اور ختم پر آتا ہے اور اسی لئے آپ ﷺ کو دعوت عامہ دی گئی کہ دنیا کی ساری اقوام کو آپ ﷺ اللہ کی طرف بلائیں۔ کیونکہ اس دین کے بعد کوئی دین کسی خاص قوم یا دنیا کی کسی بھی قوم کے پاس آنے والا نہیں جس کی دعوت آنے والی ہو تو اسی ایک دین کی دعوت عام ہوگئی کہ وہ خاتم الادیان اور آخر ادیان ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ساری خاتمیتیں درحقیقت آپ ﷺ کی ختم نبوت کے آثار ہیں۔

خاتمیت سے جامعیت نکلی تو یہ تمام چیزیں جامع بن گئیں اور جامعیت سے آپ ﷺ کی مصدقیت کی شان پیدا ہوئی جو ان سب چیزوں میں آتی چلی گئی۔ قرآن کو"مصدق لما معکم" کہا گیا امت کو بھی مصدق انبیاء بنایا گیا کہ سب اگلے پچھلے پیغمبروں پر ایمان لاؤ۔ دین بھی مصدق ادیان ہو۔

یہی وہ سیرت نبوی ہے جامع اور انتہائی نقاط ہیں جن سے یہ سیرت مبارک تمام سیر انبیاء علیہم السلام پر حاوی و غالب اور خاتم السیر ثابت ہوئی۔ اس لئے آپ کی سیرت کا بیان محض کمال کا بیان نہیں بلکہ امتیازی کمالات اور ان کے بھی انتہائی نقاط کا بیان ہے جو اسی وقت ممکن ہے کہ آپ ﷺ کی ختم نبوت کو مانا جائے کہ یہ امتیازات اور امتیازی کمالات مطلق نبوت کے آثار نہیں بلکہ ختم نبوت کے آثار ہیں۔ کیونکہ ختم نبوت خود ہی نفس نبوت سے ممتاز اور افضل ہے۔ کہ سرچشمہ نبوات ہیں۔ اس لئے اس کے امتیازی آثار بھی مطلق آثار نبوت سے فائق اور افضل ہونے ناگزیر تھے۔ پس سیرت خاتمیت کے چند نمونے ہیں جو اس مختصری فہرست میں پیش کئے گئے ہیں۔ جن کا عدد (۱۱۳) ہوتا ہے۔

ان میں اولاً چند دفعات میں خاتم النبیین کے دین کا تفوق و امتیاز دوسرے ادیان پر دکھلایا گیا ہے۔

پھر چند نمبروں میں طبقہ انبیاء علیہم السلام کے کمالات و کرامات اور معجزات پر خاتم النبیین ﷺ کے کمالات و کرامات اور معجزات کی فوقیت دکھلائی گئی۔

پھر چند نمبروں میں خصوصی طور پر نام بنام حضرات انبیاء علیہم السلام کے خصوصی احوال و آثار اور مقامات پر حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کے احوال و آثار اور مقامات کی عظمت واضح کی گئی ہے۔

پھر چند شماروں میں اور انبیاء کی امتوں پر امت خاتم کی عظمت و برگزیدگی واضح کی گئی ہے۔ جس سے آنحضرت ﷺ کی ہر جہتی فوقیت کاملیت و جامعیت، اولیت و آخریت روز روشن کی طرح کھل کر سامنے آجاتی ہے جو آپ کی خاتمیت کے آثار و لوازم ہیں۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کو آپ کی خاتمیت کے اثبات میں کس درجہ اہتمام ہے کہ ختم نبوت کا دعویٰ قرآن کریم میں کر کے سینکڑوں سے متجاوز احادیث میں ختم نبوت کے دلائل و آثار اور شواہد و نظائر شمار کرائے گئے ہیں جن میں سے چند کا انتخاب ان مختصر اوراق میں پیش کیا گیا۔ بس ختم نبوت سے متعلق پہلی قسم کی آیات و روایات پر مشتمل کتابیں دعوائے ختم نبوت کے نمونے اور خصوصیات نبوت کے شواہد و نظائر پیش کئے گئے ہیں۔

دلائل ختم نبوت کی کتاب کہی جائے گی۔ جس سے صاف روشن ہو جاتا ہے کہ ختم نبوت کا مسئلہ اسلام میں سب سے زیادہ اہم سب سے زیادہ بنیادی اور اساسی مسئلہ ہے۔ جس پر اسلامی شریعت کی خصوصیت کی بنیاد قائم ہے اگر اس مسئلہ کو تسلیم نہ کیا جائے یا اس میں کوئی رخنہ ڈال دیا جائے تو اسلامی خصوصیت کی ساری عمارت اُڑ جائے گی اور مسلم کے ہاتھ میں کوئی خصوصی خرمہرہ باقی نہ رہے گا جس سے وہ اسلام کو دنیا کی ساری اقوام کے سامنے پیش کرنے کا حق دار بنا تھا۔

نیز نبی کریم ﷺ اس کے بغیر قابل تسلیم ہی نہیں بن سکتے کہ ختم نبوت کو تسلیم کیا جائے کہ اس پر خصوصیات نبوی کی عمارت بھی کھڑی ہوئی ہے۔

پس اس مسئلہ کا منکر درحقیقت حضور ﷺ کی فضیلت کا منکر اور اس مسئلہ کو مٹا دینے کا ساعی، حضور اکرم ﷺ کے امتیازی فضائل کو مٹا دینے کی سعی میں لگا ہوا ہے۔

اس لئے جو طبقات بھی ختم نبوت کے منکر ہیں۔ خواہ صراحتاً اس کے منکر ہوں یا تاویل

کے راستہ سے۔ دین کے اس بدیہی اور ضروری مسئلہ کے انکار پر آ ئیں۔ ان کا اسلام سے شریعت اسلام اور پیغمبر اسلام سے کوئی تعلق نہیں مانا جاسکتا اور نہ وہ اسلامی برادری میں شامل سمجھے جاسکتے ہیں۔ جس طرح سے توحید کا منکر قولی ہو یا مصرح، اسلام سے خارج اور اس سے بے واسطہ ہے اسی طرح سے ختم رسالت کا منکر قولی ہو یا مصرح، اسلام سے خارج اور اس سے بے واسطہ ہے اسی طرح سے ختم رسالت کا منکر خواہ انکار سے ہو یا تاویل سے۔ اسلام سے خارج مانا جاوے گا۔ کیونکہ وہ صرف کسی ایک مسئلہ کا منکر نہیں بلکہ اسلام کے سارے امتیازات، سارے ممتاز فضائل، ساری ہی خصوصیات اور صدہا دینی روایات کا منکر ہے جن کا قدر مشترک توازن کی حد سے نیچے نہیں رہتا۔

بہر حال ختم نبوت کے درخشاں آثار اور حضرت خاتم النبیین ﷺ کے خصوصی شمائل وفضائل یا بالفاظ دیگر آپ ﷺ کی خاتمیت کے ہزاروں وجوہ دلائل میں سے یہ چند نمونے ہیں جنہیں آپ ﷺ خاتم النبیین کی تفسیر اور تشریح کے طور پر پیش کیا گیا۔ یہ مختصر رسالہ سیرت خاتم النبیین ﷺ نہیں بلکہ سیرت خاتمیت کی چند موٹی موٹی سرخیوں کی ایک مختصر سی فہرست ہے۔ جس کے نیچے اس بلند پایہ سیرت کی امتیازی حقائق وتفصیلات پیش کی جاسکتی ہیں۔ اگر ان روایات کی روشنی میں سیرت خاتمیت کی ان تفصیلات اور ان کے مالہ وما علیہ کو کھولا جائے۔ تو بلاشبہ محدثانہ اور متکلمانہ رنگ کی ایک نادر سیرت مرتب ہوسکتی ہے۔ جو تاریخی رنگ کی تو نہ ہوگی اور تاریخ محض سیرت بھی نہیں۔ بلکہ پیغمبرانہ مقامات اور خاتمانہ امتیازات کی حامل محدثانہ رنگ کی سیرت ہوگی جو اپنے رنگ کی ممتاز سیرت کہلائی جائے گی۔

میں نے اس مختصر مضمون میں اس وقت صرف عنوانات سیرت کی نشاندہی کا فرض انجام دیا ہے۔ شاید کسی وقت ان تفصیلات کے پیش کرنے کی توفیق میسر ہو جائے جو ابھی تک ذہن کی امانت بنی ہوئی ہیں۔ جن سے حضرات انبیاء علیہم السلام کے متفاوت درجات ومراتب اور خاتمیت کے انتہائی درجات ومراتب کا فرق اور تفاضل باہمی بھی کھل کر سامنے آسکتا ہے۔ جس کی طرف "تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض" میں اشارہ فرمایا گیا ہے۔

مولای صلّ وسلم دائما ابداً

علی حبیبك خیر الخلق کلهم

محمد طیب غفرلہ، مدیر دارالعلوم دیوبند

۱۷ر شعبان ۱۳۷۷ھ (یوم الاحد)

ختم نبوت
حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

احیائے اموات

الحمدللّٰہ وکفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ ، امابعد!

گزشتہ نصف صدی میں برصغیر ہند وپاک میں جن علماء وفضلاء نے اپنی تقریر وتحریر سے دین وملت کی نمایاں، مؤثر اور قابل قدر خدمت کی اور مسلمانوں کی صحیح خطوط پر ذہنی وعملی تربیت میں سرگرم حصہ لیا۔ ان میں حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمی مرحوم ومغفور کا نام نامی بہت ہی ممتاز ہے۔

مولانا مرحوم کو اللہ تعالیٰ نے تقریر وتحریر کی یکساں صلاحیتوں سے نوازا تھا اور دونوں میدانوں میں ان کے آثار ونقوش بکھرے ہوئے ملتے ہیں۔ دیوبند میں ایک مستقل ادارہ ان کی تحریروں کو شائع کرتا تھا۔ مگر ان کی تقریریں ابھی بڑی تعداد میں غیر محفوظ اور غیر مطبوعہ ہیں جن کی اہمیت وافادیت کے پیش نظر انہیں جلد شائع کرنا چاہئے۔ مولانا مرحوم کی تقریریں بڑی مدلل، حکیمانہ وفلسفیانہ، منظم اور مرتب ہوتی تھیں اور ان میں ایک مخصوص ومنفرد ربط وتسلسل پایا جاتا تھا۔ انہوں نے اس دور میں قدیم منطق وفلسفہ سے جس طرح کام لیا اور اس کو دینی علوم کا آلۂ کار بنایا وہ پرانے دینی مدارس کے علماء وفضلاء کے لئے ایک اچھا نمونہ ہے۔ مولانا مرحوم کی ایسی ہی تقریروں میں "ختم نبوت" سورۃ الکوثر کی روشنی میں بھی ہے جو شائع ہو رہی ہے۔ اس میں بھی مولانا کی مسلمہ علمیت وذہانت، قوت استدلال اور حکیمانہ طرز بیان نمایاں ہے اور یہی حال تقریباً تمام تقریروں کا ہے۔

عزیز گرامی مولوی شعیب ادریس صاحب ہم سب کے شکریہ اور تحسین کے مستحق ہیں کہ جناب صوفی عبدالرحمٰن صاحب کی نگرانی وسرپرستی میں مولانا مرحوم کی تقریروں کو کتابی شکل میں شائع کر رہے ہیں اور اس طرح ان بیش قیمت علمی ودینی مواعظ کی حفاظت واشاعت کا مبارک کام انجام دے رہے ہیں اور ایک ایسے دینی سرمایہ کو از سر نو منظر عام پر لا رہے ہیں جو زمانے کے دستبرد سے ضائع اور تلف ہونے کے قریب تھا۔ فقہی اصطلاح میں انہوں نے "احیائے اموات" کا جو قابل قدر کام انجام دیا ہے۔ اس کے لئے وہ انشاء اللہ! خدا کے نزدیک ماجور اور خلق خدا کی طرف سے مشکور ہوں گے۔

مخلص ......(مخدومنا حضرت مولانا) سید ابوالحسن علی ندویؒ ...... لکھنؤ ۱۱ رشوال المکرم ۱۴۰۴ھ

حیات طیبؒ

(از محمود خان دریابادی)

گھنی سفید اور نورانی ریش مبارک، خندہ پیشانی، ابرو تک کے بال سفیدی لئے ہوئے، رخسار سرخ، سفید اور پر گوشت، دبلے پتلے نحنی جسم رکھنے کے باوجود حسن و جمال کے پیکر، چہرے پر معصومیت اور سادگی کے ساتھ ساتھ فرشتوں جیسا تقدس اور پاکیزگی، سر پر اونچی دوپلی ٹوپی، جسم پر اعلیٰ درجہ کی شاندار شیروانی اور ہاتھ میں بید کی نفیس چھڑی......

یہ ہیں وہ نقش ونگار جو خانوادہ قاسمیہ کے چشم و چراغ علوم انوریہ کے جانشین اور خانقاہ اشرفیہ کے گل سرسبد حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تصور کرتے ہی ذہن میں تازہ ہو جاتے ہیں۔ اسی کے ساتھ ساتھ ان کی بے شمار خوبیاں طرز تکلم، نرم گفتاری، میانہ روی، اخلاص اور علمی تبحر وغیرہ بھی یاد آجاتے ہیں۔

ان کی ۸۶ سالہ زندگی کا ہر دن مختلف تجربات اور واقعات سے پر ہے۔ ان چند صفحات میں ان کی مکمل سوانح تو در کنار ان کا مکمل تعارف بھی نہیں کرایا جا سکتا۔ ویسے یہ بھی حقیقت ان کی شخصیت کو کسی تعارف کی ضرورت نہیں ہے۔ کون ہے جو ان سے اور ان [illegible] واقف نہیں؟ زیر نظر تحریر میں ان کی زندگی کے کچھ حالات اور واقعات صرف [illegible] کئے جا رہے ہیں۔ اس سے حضرت کا تعارف مقصود نہیں، اور نہ ہی [illegible] حضرت کا مکمل تعارف ہو سکتا ہے۔

جون ۱۸۹۷ء مطابق محرم ۱۳۱۵ھ کو آپ نے اس جہان فانی میں آنکھیں کھولیں۔ محمد طیب نام رکھا گیا۔ جبکہ تاریخی نام مظفر الدین ہے۔ ۱۳۲۲ء میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحبؒ، مفتی اعظم مولانا عزیز الرحمٰن صاحبؒ اور آپ کے والد ماجد مولانا حافظ محمد احمد صاحبؒ کے سامنے بسم اللہ ہوئی اور دار العلوم دیوبند میں تعلیم کا آغاز ہوا۔ دو سال کے اندر حفظ قرآن مکمل کیا گیا۔ پھر فارسی درجات میں داخل ہوئے، پانچ سال میں فارسی درجات سے سند فراغت حاصل کر لی۔ پھر اعلیٰ تعلیم کے لئے عربی درجات میں منتقل ہوئے۔ اور آٹھ سال میں عربی درجات سے فراغت حاصل کی۔ اس طرح ۱۳۳۷ھ میں دار العلوم دیوبند نے فضیلت سند سے نوازا۔

امام العصر علامہ انور شاہ کشمیریؒ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور آپ کے والد ماجد

مولانا حافظ محمد احمد صاحبؒ جیسے یکتائے زمانہ اساتذہ سے شرف تلمذ حاصل رہا۔ اس کے علاوہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ سہارنپوری اور مولانا عبداللہ صاحبؒ انصاری نے خصوصی سندوں سے بھی سرفراز فرمایا۔

تعلیم مکمل کرنے کے بعد دارالعلوم ہی میں تدریس سے منسلک ہوگئے، مختلف علوم وفنون کی کتابیں بڑی شان سے اور حق ادا کر کے پڑھائیں اور یہ سلسلہ آخر تک بے پناہ مصروفیات کے باوجود جاری رہا۔

۱۳۴۰ء میں نیابت اہتمام کا عہدہ تفویض کیا گیا اور حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحبؒ کے انتقال کے بعد ۱۳۴۸ھ میں دارالعلوم کے سالانہ اخراجات پچاس ہزار اور عملہ صرف ۱۴۵ افراد پر مشتمل تھا۔ بعد میں آپ نے اپنی خداداد صلاحیتوں کے ذریعہ اس دارالعلوم کو ایک بین الاقوامی یونیورسٹی بنادیا۔ آج دارالعلوم کی بیشتر عمارات حضرت ہی کے دور کی تعمیر شدہ ہیں۔

دارالعلوم اور مسلک دارالعلوم کے تعارف کے سلسلہ میں اندرون ملک اور بیرونی ممالک کے بے شمار اسفار کئے۔ برصغیر کا شاید ہی کوئی ایسا علاقہ ہو جہاں حضرت کے قدم نہ پہنچے ہوں۔ اس کے علاوہ ایشیاء کے دیگر ممالک افریقہ، یورپ اور امریکہ وغیرہ کے بھی متعدد تبلیغی دورے فرمائے۔ ۱۳۵۸ھ میں دارالعلوم کے نمائندہ کے طور پر افغانستان کا دورہ فرمایا۔ جہاں آپ کا شاہانہ استقبال کیا گیا۔ دارالعلوم کے لئے یہ دورہ بہت مفید رہا۔ جسکا ثبوت دارالعلوم کا عظیم الشان دروازہ باب الظاہر ہے جو شہنشاہ افغانستان ظاہر شاہ کے عطیہ سے تعمیر کیا گیا۔ اسی طرح ۱۳۳۵ھ میں ہندوستان کے ایک مؤقر وفد کی قیادت کرتے ہوئے حجاز کا دورہ فرمایا، اور سلطان ابن سعودؒ کے دربار میں تقریر فرمائی، سلطان بہت متاثر ہوئے اور خلعت شاہانہ سے نوازا۔ حضرت کا طرز خطابت منفرد، اثر انگیز اور دل پذیر ہوتا تھا۔ سبھی اس کے معترف ہیں۔ ۱۹۴۸ء میں مولانا ابوالکلام آزادؒ کی زیر صدارت لکھنؤ میں نیا نظام تعلیم رائج کرنے کے لئے ایک اجلاس ہوا، جس میں ملک کے بڑے بڑے زعماء لیڈران اور ماہرین تعلیم جمع ہوئے۔ جمعیۃ العلماء کے رہنما مولانا حسین احمد مدنی رحمتہ اللہ علیہ وغیرہ بھی شریک تھے۔ اس میں بیشتر مقررین نے نئے نظام تعلیم کی حمایت میں تقریریں کیں اور پرانے نظام کو دقیانوسی قرار دیا۔ مولانا آزادؒ نے بھی اشارۃً اس کی حمایت کی۔ ایسے میں مولانا مدنیؒ اور دیگر علماء نے قدیم طرز تعلیم کی حمایت میں جوابی تقریر کے لئے آپ کا انتخاب کیا۔ اور واقعی حضرتؒ نے حق ادا کردیا خود مولانا آزادؒ جیسے شعلہ بیاں مقرر بھی حضرت کی مدلل تقریر سے بہت متاثر ہوئے اور سبھی نے خراج تحسین پیش کیا۔

تقریر کے ساتھ ساتھ انداز تحریر بھی منفرد تھا۔ مضمون نگاری کی ابتداء ''القاسم'' سے ہوئی اور پہلی تصنیف ''التشبہ فی الاسلام'' ہے۔ اس کے علاوہ درجنوں تصانیف، بے شمار مضامین اور مقالے نیز دوسروں کی کتابوں پر لاتعداد بیش قیمت مقدمے بھی تحریر فرمائے۔

دنیائے تصوف میں بھی حضرت کا خاص مقام تھا۔ اولاً ۱۳۳۹ھ میں حضرت شیخ الہندؒ سے بیعت ہوئے اور ان کے انتقال کے بعد قطب وقت حضرت تھانویؒ نے آپ کو اپنا مجاز قرار دیکر خلافت سے نواز دیا۔ اس کے بعد آپ کے ذریعہ بے شمار لوگ فیض یاب ہوئے۔ حضرت کے ہزاروں مریدین میں دیہات کے معمولی کسان سے لے کر یونیورسٹی کے پروفیسرز اور وزرائے حکومت تک شامل ہیں۔

ہندوستانی مسلمانوں کی تاریخ میں ایک دن ایسا بھی آیا ہے جب سب نے اپنے اختلافات کو بھلا کر اسلام اور شعائر اسلام کے تحفظ کے لئے ایک پلیٹ فارم پر جمع ہونے کا فیصلہ کیا۔ بمبئی میں ایک تاریخ ساز کانفرنس ہوئی جس میں سبھی مکتبۂ فکر کے نمائندہ موجود تھے۔ سب نے فیصلہ کیا کہ شعائر اسلام کے تحفظ کے لئے ایک بورڈ قائم کیا جائے اور اس بورڈ کی سربراہی حکیم الاسلامؒ کے سپرد کردی جائے۔ اس طرح ملت اسلامیہ کے سبھی مکاتب فکر نے حضرت پر اعتماد کا اظہار کیا ہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

عمر کا آخری دور ایک دور ابتلاء تھا، اس دور میں بھی حضرت نے اپنی ذات کی حد تک جس صبر و تحمل اور ضبط کا مظاہرہ کیا ہے اسے دیکھ کر بے ساختہ امیر المومنین حضرت عثمانؓ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ اس موقع پر آپ کا یہ جملہ آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے کہ ''میں نے اپنے لئے صبر و سکوت اور استغنا کو پسند کرلیا ہے۔'' اور آخر وہ وقت آ ہی گیا جو ہر جاندار پر آتا ہے جس سے کسی ذی روح کو مفر نہیں۔ ۱۷ر جولائی ۱۹۸۳ء بروز اتوار ۱۱ بجے صبح' اپنے وقت کے عظیم عالم، خطیب، شیخ، مربی اور مرشد نے اپنی جان جاں آفریں کے سپرد کی۔ ''انا للہ وانا الیہ راجعون''۔ تھوڑی دیر بعد ہی آل انڈیا ریڈیو اور ریڈیو پاکستان نے اپنے بلیٹن میں یہ روح فرسا خبر نشر کی۔ پورے ملک کے دینی حلقوں میں کہرام مچ گیا۔ اسی دن شب میں تدفین عمل میں آئی۔ ہزار ہا افراد شریک ہوئے۔ اس طرح علم، عمل رشد اور ہدایت کا ایک دور ختم ہو گیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

''الحمد للّٰہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہ ونشھد ان سیدنا وسندنا ومولانا محمداً عبدہ ورسولہ ارسلہ اللّٰہ الی کافۃ الناس بشیراً ونذیراً وداعیاً الیہ باذنہ وسراجاً منیراً ۰ اما بعد: فاعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم ۰ ''بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم''

۞......''انا اعطینک الکوثر ۰ فصل لربک وانحر ۰ ان شانئک ھو الابتر''	بیشک ہم نے دی تجھ کو کوثر، سو نماز پڑھ اپنے رب کے آگے، اور قربانی پیش کر، بیشک جو دشمن ہے تیرا وہی رہ گیا پیچھے کٹا۔

یہ سورۂ مبارکہ گویا سب سے زیادہ چھوٹی سورۃ ہے۔ یہ نازل کی گئی ہے ختم نبوت کے تحفظ اور اس کے بقاء اور اس کے اثبات کے لئے، تو نبی کریم ﷺ کی صرف نبوت ہی ثابت نہ ہو، بلکہ ختم نبوت ثابت ہو، اور آپ ﷺ کا خاتم النبیین ہونا واضح ہو جائے۔

بنیادی عقیدہ

چونکہ ختم نبوت اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے، اسی پر موقوف ہیں اسلام کی ساری خصوصیات اور امتیازات۔ آخر ختم نبوت کا انکار کر دیا جائے تو نہ اسلام کی خصوصیت باقی رہتی ہے نہ اس کا کمال باقی رہتا ہے، نہ اس کا دوام باقی رہتا ہے۔ اس لئے ختم نبوت اسلام کا ایک بنیادی اور اساسی عقیدہ ہے۔ اس کے بارے میں اول تو قرآن کریم کی آیت نے واضح فرمادیا کہ: ''ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیین (احزاب:۴۰)'' ﴿محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے والد نہیں ہیں بلکہ خدا کے پیغمبر اور نبیوں (نبوت) کی مہر (یعنی اس کو ختم کر دینے والے) ہیں۔﴾

محمد ﷺ ان انسانوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔ وہ البتہ خاتم النبیین ہیں اور اللہ کے رسول ہیں۔ تو قراۃ مشہورہ تو یہی ہے۔ خاتم النبیین (بفتح التاء) اور خاتم کے معنی مہر کے ہیں۔ جب کسی کاغذ پر مہر لگ جاتی ہے تو اس میں نہ کوئی چیز داخل کی جاسکتی ہے اور نہ اس سے کوئی چیز خارج کی جاسکتی ہے۔ مہر کے معنی یہ ہیں کہ اب دستاویز مکمل ہوگئی۔ اس میں نہ اب کسی قسم کی گنجائش اضافہ کی ہے نہ کمی کی۔ اور شاذ روایت خاتم (بکسر التاء) ہے کہ آپ خاتم النبیین ہیں۔

یعنی نبیوں کا اختتام ہوگیا ہے آپ کے اوپر۔ اب نبوت دنیا میں باقی نہیں رہی۔ ادھر احادیث بہت کثرت سے ہیں ختم نبوت کے بارے میں۔ آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کے بارے میں فرمایا کہ:
"انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ" "اے علی میری نسبت سے ایسے ہو جیسے موسیٰ علیہ السلام کی نسبت ہارون علیہ السلام۔" "انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ الا انه لا نبی بعدی" (بخاری ج ۲ ص ۶۳۳، مسلم ج ۲ ص ۲۷۸) فرق اتنا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کے بعد نبی آئے اور تقریباً چار ہزار کے قریب انبیاء علیہم السلام بنی اسرائیل میں مبعوث ہوئے۔ بعض احادیث میں فرمایا گیا ہے، نبوت کی مثال ایک محل کی ہے جو تعمیر ہوا اور ایک ایک اینٹ اس میں لگ گئی، ایک اینٹ کی کمی تھی" وانا اللبنة الاخر وانا خاتم النبیین" (بخاری ج ۱ ص ۵۰۱، مسلم ج ۲ ص ۲۴۸) آخری اینٹ میں ہوں جس نے قصر نبوت کو مکمل کر دیا۔ اب میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ اور بہت سی روایتیں ہیں جو حد تواتر کو پہنچ گئی ہیں ختم نبوت کے بارے میں اور قرآن کریم نے اس کی بنیاد قائم کر دی۔

قادیانی مغالطہ

اس میں اکثر قادیانی یہ مغالطہ دیتے ہیں کہ نبوت تو دنیا کے لئے رحمت ہے۔ جب نبوت ختم ہوگئی تو رحمت ختم ہوگئی اور زحمت پیدا ہوگئی۔ نبوت تو ایک نور ہے جب وہ نور نہ رہا تو دنیا میں ظلمت پیدا ہوگئی تو اس میں تو (معاذ اللہ) حضور ﷺ کی توہین ہے کہ آپ دنیا کو زحمت دینے کے لئے آئے یا دنیا میں (نعوذ باللہ) ظلمت پیدا کرنے کے لئے آئے۔ کہ نور ہی ختم کر دیا، اور رحمت ہی ختم کر دی۔ یہ ایک مغالطہ ہے۔ اور مغالطہ واقع ہوا ہے ختم نبوت کے معنی سمجھنے کے اندر یا تو سمجھا ہی نہیں ان لوگوں نے یا سمجھ کر جان بوجھ کر دغا اور فریب سے کام لیا ہے۔

حقیقی معنی

ختم نبوت کے معنی قطع نبوت کے نہیں ہیں کہ منقطع ہوگئی نبوت۔ ختم نبوت کے معنی تکمیل نبوت کے ہیں۔ کہ نبوت اپنی انتہاء کو پہنچ کر حد کمال کو پہنچ گئی ہے۔ اب کوئی درجہ نبوت کا ایسا باقی نہیں رہا۔ کہ بعد میں کوئی نبی لایا جائے۔ اور اس درجہ کو پورا کرایا جائے۔ ایک ہی ذات اقدس نے ساری نبوت کو حد کمال پر پہنچا دیا کہ کامل ہوگئی نبوت۔ تو ختم نبوت کے معنی تکمیل نبوت کے ہیں۔ قطع نبوت کے نہیں ہیں۔ اس لئے نبوت کے جتنے کمالات تھے وہ سب ایک ذات برکات میں جمع کر دیئے گئے۔

اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ جیسے آسمان پر رات کے وقت ستارے چمکتے ہیں۔ ایک

نکلا، دوسرا، تیسرا ... ہزاروں لاکھوں اور کروڑوں کی تعداد میں ستارے جگمگا جاتے ہیں۔ بھرا ہوا ہوتا ہے آسمان ستاروں سے۔ اور روشنی بھی پوری ہوتی ہے۔ لیکن رات رات ہی رہتی ہے دن نہیں ہوتا، کروڑوں ستاروں جمع ہیں مگر رات ہی ہے روشنی کتنی بھی ہو جائے۔ لیکن جوں ہی آفتاب نکلنے کا وقت آتا ہے۔ پو پھٹتی ہے۔ تو ایک ایک ستارہ غائب ہونا شروع ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ جب آفتاب نکل آتا ہے تو اب کوئی بھی ستارہ نظر نہیں پڑتا، چاند بھی نظر نہیں پڑتا۔ تو یہ مطلب نہیں اس کا کہ ستارے غائب ہو گئے دنیا سے۔ بلکہ ان کا نور مدغم ہو گیا آفتاب کے نور میں کہ اب اس نور کے بعد سب کے نور دھیمے پڑ گئے۔ اور وہ سب جذب ہو گئے آفتاب کے نور میں۔ اب پورے دن تک آفتاب ہی کا نور کافی ہے۔ کسی اور ستارے کی ضرورت نہیں۔ اور نکلے گا تو اس کا چمکنا ہی نظر نہیں آئے گا۔ آفتاب کے نور میں مغلوب ہو جائے گا۔ تو یوں نہیں کہیں گے کہ آفتاب نے نکلنے کے بعد دنیا میں ظلمت پیدا کر دی۔ نور کو ختم کر دیا۔ بلکہ یوں کہا جائے گا کہ نور کو اتنا مکمل کر دیا کہ اب چھوٹے موٹے ستاروں کی ضرورت باقی نہیں رہی، آفتاب کافی ہے، غروب تک پورا دن اسی کی روشنی میں چلے گا تو اور انبیاء بمنزلہ ستاروں کے ہے۔ اور نبی کریم ﷺ بمنزلہ آفتاب کے ہیں۔ جب آفتاب طلوع ہو گیا اور ستارے غائب ہو گئے، تو یہ مطلب نہیں کہ نبوت ختم ہو گئی بلکہ اتنی مکمل ہو گئی ہے کہ اب قیامت تک کسی نبوت کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ گویا نبوت کی ایک فہرست تھی جس پر مہر لگ گئی، حضور ﷺ نے آ کر لگا دی کہ اب کوئی نبی زائد ہو گا نہ کم ہو گا۔ یہ ممکن ہے کہ بیچ میں سے کسی نبی کو بعد میں لے آیا جائے، جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد میں نازل ہوں گے۔ مگر وہ اسی فہرست میں داخل ہونگے۔ یہ نہیں ہے کہ کوئی جدید نبی داخل ہو، پچھلے نبی کو اگر اللہ تعالیٰ لانا چاہیں تو وہ لائیں گے۔ حضور ﷺ نے فہرست مکمل کر دی کہ اب نہ کوئی نبی زائد ہو سکتا ہے نہ کم ہو سکتا ہے۔

دو بنیادیں

تو بہر حال ختم نبوت کے معنی تکمیل نبوت کے نکلے، قطع نبوت کے نہیں۔ اور وجہ اس کی ظاہر ہے کہ نبوت کی بنیاد دو چیزوں پر ہے۔

۱...... کمال علم، جو قطعی علم ہو، جس میں شبہ کی گنجائش نہ ہو۔

۲...... کمال اخلاق، عمل پر بنیاد نہیں ہے۔ نبی کا ایک سجدہ پوری امت کے سارے سجدوں سے زیادہ ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اس سجدے میں جو اخلاص، جو للّٰہیت، جو معرفت حضور ﷺ کے سجدے میں ہو گی پوری امت کو مل کر وہ معرفت، وہ اخلاص نصیب نہیں ہو سکتا۔ تو نبی کا ایک سجدہ

امت کے سارے سجدوں سے اونچا اور بڑا ہے۔ اس لئے اگر امت کے اندر کسی کا عمل اتنا زیادہ ہو کہ وہ رات بھر نفلیں پڑھے۔ دن بھر روزہ رکھے۔ اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ نبی کریم ﷺ رات کو سوتے بھی تھے، اور نمازیں بھی پڑھتے تھے۔ لیکن بعض لوگوں میں امت کے اگر پوری پوری رات کوئی سجدہ کرے تو ذرہ برابر بڑھنا تو بجائے خود ہے' نبی کے قدموں تک بھی نہیں پہنچ سکتا' اس لئے کہ ایک ہی سجدہ نبی کا کافی ہے۔ ساری امت کے سارے سجدوں سے۔ تو بہر حال نبوت کی بنیاد کثرت عمل پر نہیں ہے بلکہ کمال علم اور کمال اخلاق، ان دو چیزوں پر ہے۔ تو جو نبی ان دونوں چیزوں میں بڑا ہوگا' اس کی نبوت بھی سب سے بڑھی ہوئی ہوگی۔ جو انہیں حد کمال تک پہنچا دے گا۔ اس کی نبوت حد کمال تک پہنچ جائے گی۔

کمال علم

تو نبی کریم ﷺ کا علم تو وہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا "اوتیت علم الاولین والآخرین" "اگلوں اور پچھلوں کے تمام علوم میرے قلب میں جمع کر دیئے گئے ہیں تو پچھلے انبیاء کے جتنے علوم تھے وہ سب آپ کے قلب مبارک میں آگئے اور اگلوں کے علوم وہ تو حضور ﷺ ہی کا فیضان ہے۔ کوئی صدیق ہو، کوئی فاروق ہو، مجتہد ہو، تو ان سب کا علم تو حضور ﷺ کے علم کی ایک فرع ہے، ایک شاخ ہے۔ ایک جھلک ہے۔ تو پچھلوں کے علوم بھی آپ کے قلب مبارک میں جمع کر دیئے گئے اور اگلوں کے جتنے علوم ہونگے ان سب کا کمال آپ ﷺ کے قلب میں ہے۔ آپ ﷺ ہی کی بدولت تو صدیقؓ اور فاروقؓ بنے۔ صدیقؓ اور فاروقؓ اپنے گھر سے تھوڑا ہی لیکر آئے تھے صدیقیت اور فاروقیت۔ وہ تو حضور ﷺ ہی کی جوتیوں کا صدقہ ہے کہ کوئی صدیق بنا۔ کوئی فاروق بنا، کوئی ذوالنورین بنا، کوئی ابوتراب بنا، ایک سے ایک بڑھ کر صحابہؓ ہیں۔ پھر امت میں لاکھوں علماء پیدا ہوئے۔ امت میں لاکھوں صوفیاء اور مشائخ پیدا ہوئے۔ ان سب کے کمالات حضور پر نور ﷺ کے کمالات کی ایک چھاؤں اور ایک سایہ ہیں۔ اور ایک پرتو ہیں۔ تو اگلوں کے علوم بھی جمع ہیں آپ ﷺ کے قلب میں، اور پچھلوں کے علوم بھی جمع ہیں۔ آپ ﷺ کے قلب میں ہیں:

یک چراغیست دریں بزم کہ از پرتواک
ہر کجا می نگری انجمنے ساختہ اند

ایک چراغ اللہ نے دنیا میں روشن کیا۔ جس کے پرتو سے دنیا میں انجمنیں بنتی چلی گئیں۔ کوئی علماء کی انجمن، صوفیاء کی انجمن، کوئی محدثین کی انجمن، کوئی متکلمین کی انجمن، کوئی

اصوئیین کی انجمن۔ ہر کجا می نگری انجمنے ساختہ اند۔ ایک ہی چراغ کا پرتو ہے۔ گویا اس نبوت کا یہ عالم ہے کہ امتیوں سے وہ کام لے لیا جو نبیوں سے کام لیا جاتا ہے۔ ایک ایک محدث، ایک ایک فقیہ، ایک ایک صوفی، جہاں بیٹھ گیا' ہزاروں کو ایمان سے رنگ دیا اس نے۔ خطوں کے خطے ایمان سے رنگے گئے۔ امام ابو حنیفہؒ بیٹھ گئے کوفہ میں تو سارا عراق اور خراسان، افغانستان اور ہندوستان میں اکثریت حنفیوں کی ہے۔

امام شافعیؒ کا ابتدائی دور گزرا ہے مکہ میں، تو اکثریت حجاز کی شافعیوں کی ہے۔ اخیر عمر گزری ہے مصر میں۔ تو مصر میں اکثریت شوافع کی ہے۔ تو جہاں بیٹھ گئے امام شافعیؒ نے ملکوں کو رنگ دیا ایمان سے عمل سے دین اور تقویٰ سے۔ امام احمد بن حنبلؒ یمن میں بیٹھ گئے تو نجد اور یمن کے سارے خطے حنبلی بنتے چلے گئے۔ اور لاکھوں کروڑوں کو ایمان سے رنگ دیا۔ امام مالکؒ ان کے اثرات پہنچے عرب کے مغربی خطوں میں۔ تو الجزائر اور تیونس سب ایمان سے رنگتے چلے گئے۔ جہاں اکثریت مالکیہ کی ہے۔ یہی صورت محدثین کی ہے۔ ایک محدث جہاں بیٹھ گیا تو ہزاروں کو حدیث پہنچ گئی۔

امام بخاریؒ، امام ترمذیؒ، امام ابن ماجہؒ، اور امام ابو داؤدؒ اور امام نسائیؒ اور حماد ابن سلمہؒ، اور سفیان ثوریؒ اور سفیان ابن عیینہؒ لاکھوں محدثین پیدا ہو گئے۔ جنہوں نے کلام رسول ﷺ کو دنیا میں پہنچایا۔ تو بہر حال ختم نبوت کی وہ نورانیت تھی کہ امتیوں سے وہ کام لئے جو کہ انبیاء کرتے تھے۔ اس لئے اب نبیوں کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ ایک نبوت ہی اپنا کام چلائے گی۔ کہیں محدثین کے راستہ سے، کہیں فقہاء کے راستہ سے۔ کہیں علماء کے راستہ سے، ایک ہی نبوت کام دے گی۔ تو علم تو وہ ہے آپ کا کہ "اوتیت علم الاولین والاخرین"۔ اگلوں اور پچھلوں کے سارے علوم میرے قلب میں جمع کر دیئے گئے ہیں۔

کمال اخلاق اور اس کی قسمیں

اور جہاں تک اخلاق کا تعلق ہے۔ تو اخلاق کے تین درجے ہیں:

۱...... اخلاق حسنہ۔ ۲...... اخلاق کریمانہ۔ ۳......اخلاق عظیمانہ

اخلاق حسنہ

خلق حسن' یہ ابتدائی درجہ ہے اخلاق کا۔ جس کے معنی ہیں عدل کے۔ کہ اگر تمہارے ساتھ کوئی ایک پیسہ کا احسان کرے تو تم بھی ایک پیسہ کا احسان کر دو۔ تمہارے ساتھ کوئی برائی کرے تو تمہیں حق ہے کہ اتنی ہی برائی تم بھی کر دو۔ وہ تھپڑ مارے تم بھی تھپڑ مار دو۔ کوئی مکہ مارے

تم بھی ماردو۔ برابر برابر رہے قصہ عدل سے۔ اگر کسی نے تھپڑ مارا اور تم نے ماردیا مکہ۔ تو دنیا کہے گی یہ ظالم ہے۔ اس نے تو تھپڑ ہی مارا تھا اسے مکہ مارنے کا کیا حق تھا۔ لاٹھی مارنے کا کیا حق تھا۔ جتنی برائی وہ کرے اتنی کرنے کا حق تھا۔ وہ اخلاق کے خلاف نہ تھا: ''فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیه بمثل ماعتدی علیکم واتقو الله '' اگر تمہارے ساتھ کوئی زیادتی کرے تمہیں حق ہے کہ اتنی زیادتی تم بھی کردو اس کے ساتھ۔ اس سے بڑھ کر کرنے کا حق نہیں، وہ پھر بد اخلاقی ہوگی۔ تو حسن خلق کے معنی ہیں برابر سرابر کے۔ عدل وانصاف کے نیکی اور بدی میں۔

اخلاق عظیمانہ

اور خلق عظیم اس سے بڑا درجہ ہے کہ ایک شخص تمہارے ساتھ برائی کرے، نہ صرف معاف بلکہ احسان بھی کرو اس کے ساتھ۔ یہ خلق عظیم ہے دوسرا گالیاں دے تم اسے دعائیں دینی شروع کردو۔ یہ خلق عظیم ہے تو فقط ایثار نہیں بلکہ اوپر سے احسان بھی ہے۔ تو خلق عظیم کا مرتبہ سب سے اونچا ہے۔ اور خلق کریم کا مرتبہ درمیانہ ہے۔ اور خلق حسن کا مرتبہ ابتدائی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور خلق حسن

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی امت کو تربیت دی خلق حسن کے اوپر کہ برابر سرابر معاملہ رکھو۔ تمہارے ساتھ کوئی ایک پیسہ نیکی کرے، تم پرواجب ہے کہ تم بھی ایک پیسہ کی نیکی کرو، روپے کی کرے تو تم بھی کرو۔ کوئی اگر تمہارے ساتھ برائی کرے تو تم پرواجب ہے کہ تم بھی برائی کرو اتنی۔ کوئی ہاتھ کاٹ دے تمہارا فرض ہے کہ تم بھی ہاتھ کاٹ دو۔ کوئی ناک کاٹ دے تمہاری۔ تم بھی ناک کاٹو۔ آنکھ پھوڑ دے تمہارا فرض ہے کہ ایک آنکھ ضرور پھوڑ دو۔ تو شریعت موسوی میں معاف کرنا جائز نہیں تھا۔ انتقام لینا واجب تھا۔ مگر اتنا ہی انتقام جتنا دوسرے نے برائی کی ہو۔ جس کو قرآن کریم میں فرمایا گیا کہ ''وکتبنا علیهم فیها ان النفس باالنفس والعین بالعین والانف بالانف والاذن بالاذن والسن باالسن والجروح قصاص '' ہم نے واجب کردیا تھا اہل توراۃ پر کہ نفس کے بدلہ میں نفس کو قتل کرو۔'' والعین باالعین '' کوئی آنکھ پھوڑے تم پرواجب ہے کہ تم بھی آنکھ پھوڑ دو۔'' والانف بالانف '' کوئی ناک کاٹ لے تم پرواجب ہے کہ تم بھی ناک کاٹ لو۔'' والسن بالسن '' کوئی دانت توڑ دے تمہارا فرض ہے کہ تم بھی دانت توڑو۔ معاف کرنا جائز نہیں۔'' والجروح قصاص '' کوئی زخم لگائے، اتنا ہی تم بھی لگاؤ۔ اسے یہ جائز نہیں ہے کہ معاف کرکے چھوڑ دو انتقام واجب ہے۔ یہ تھی

توراۃ کی شریعت، تو توراۃ والوں کو موسیٰ علیہ السلام نے تربیت دی خلق حسن کے اوپر، کہ برابر سرابر رکھو معاملہ، نیکی میں بھی اور بدی میں بھی، یہ تو موسیٰ علیہ السلام نے تربیت دی۔

خلق کریم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں خلق کریمانہ پر تربیت دی گئی ہے کہ اگر تمہارے ساتھ کوئی برائی کرے تو جائز نہیں ہے کہ تم اس سے بدلہ لو بدلہ لینا واجب نہیں ہے۔ معاف کرنا واجب ہے۔ اگر کوئی تمہارے بائیں گال پر تھپڑ مار دے تو داہنا بھی اس کے سامنے پیش کر دو کہ ایک اور مارتا چل۔ اللہ تیرا بھلا کرے۔ تو واجب تھا وہاں معاف کرنا۔ انتقام لینا جائز نہیں تھا۔ تو خلق کریمانہ پر تربیت دی ہے امت کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے۔

نبی کریم ﷺ اور خلق عظیم

اور نبی کریم ﷺ کے اخلاق سب سے بلند تھے تو آپ نے محض معاف کر دینا یا محض ایثار کر دینے پر قناعت نہیں کی بلکہ برائی کرنیوالوں کے ساتھ احسان کا برتاؤ کیا۔ طائف والے گالیاں دے رہے ہیں اور آپ ﷺ دعائیں دے رہے ہیں۔ انہیں مکہ والے انتہائی ستار ہے ہیں اور آپ ﷺ دعائیں فرمارہے ہیں ان کے واسطے۔ تو یہ محض معاف کرنا نہیں تھا۔ ایثار کرنا نہیں تھا۔ بلکہ احسان بھی تھا ساتھ میں کہ برائی کا بدلہ احسان سے دیا جائے تو یہ ہے خلق عظیم۔ تو اس امت کو تربیت دی گئی ہے۔ خلق عظیم پر کہ احسان کا برتاؤ کریں۔ دوسرا اگر برائی بھی کرے تو محض معاف کرنا نہیں، بلکہ دعائیں کرو کہ اللہ اس کو ہدایت دے۔ نیک راستے پر لگائے۔ تو انتقام لینا تو بجائے خود ہے، معاف کرنا تو بجائے خود ہے۔ احسان کا برتاؤ بتلایا گیا ہے۔ جس کو ایک موقع پر قرآن کریم میں فرمایا ہے۔ "فبما رحمة من الله لنت لهم" اے پیغمبر ﷺ وہ رحمت جو ہم نے آپ کے دل میں کوٹ کوٹ کر بھر دی، اس کی وجہ سے آپ کا دل نہایت نرم اور رحیم ہے کہ کسی کا برا نہیں چاہتے آپ ﷺ میں ہر وقت شفقت کا جذبہ موجزن رہتا ہے۔ "ولو كنت فظاً غليظ القلب لا انفضوا من حولك" اگر آپ ﷺ سخت دل ہوتے سخت برتاؤ ہوتا، تو سب اٹھ کے بھاگ جاتے آپ کے اردگرد کوئی جمع نہ رہتا۔ تو آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے رحمت مجسم بنا کر ایک مقناطیس بنا دیا ہے کہ عالم کی کشش ہے۔ اور آپ ﷺ کے اردگرد جمع ہیں مشرق اور مغرب کے لوگ۔ تو آپ ﷺ کا کیا معاملہ ہونا چاہئے۔ آگے آپ ﷺ کو ہدایت فرمائی گئی، حسن خلق کی ہدایت نہیں کی۔ بلکہ خلق کریمانہ سے شروع کیا کہ آپ ﷺ بدلے لے لیا کریں۔ یہ نہیں

فرمایا گیا۔ چنانچہ عمر بھر آپ ﷺ عمر بھر آپ ﷺ کی عادت کریم یہ رہی کہ کتنی برائی کی لوگوں نے۔ کبھی آپ ﷺ نے انتقام نہیں لیا، کبھی برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیا۔ تو ہدایت کیا ہے؟ فرمایا ''فاعف عنهم'' معاف کرو۔ پھر آگے فرمایا کہ یہ درجہ بھی آپ کے مقام سے نیچا ہے۔ آپ کا مقام اس سے بھی زیادہ بلند ہے۔ ''واستغفر لهم'' فقط معاف ہی نہ کریں، بلکہ دعائے مغفرت بھی کریں ان لوگوں کے لئے جو آپ کے ساتھ برائیاں کر رہے ہیں۔ انہیں دعائیں بھی دیں۔ پھر آگے فرمایا کہ اس سے بھی اونچا ہے' آپ کا مقام' جو برائی کرنے والے ہیں فقط معاف ہی نہ کریں۔ فقط دعا ہی نہ دیں۔ بلکہ ''وشاورهم في الامر'' کبھی کبھی بلا کر ان سے مشورہ بھی کرلیا کریں، تا کہ یوں سمجھیں کہ ہمیں خالص اپنا سمجھا۔ تو یہ انتہائی مرتبہ ہے خلق کا کہ برائی کرنے والوں کے ساتھ معاف کرنا، معاف کرنے سے زیادہ دعائیں دینا' اور دعائیں دینے سے زیادہ اپنے برابر بٹھا کر کچھ پوچھ کچھ بھی کرنا کہ بھئی تمہاری کیا رائے ہے اس میں۔ تو یہ انتہائی مقام ہے جس کو فرمایا گیا ہے۔ ''انك لعلیٰ خلق عظيم'' آپ کو اللہ تعالیٰ نے خلق عظیم پر پیدا کیا ہے۔ جو اخلاق کا انتہائی مرتبہ ہے۔ تو یہ ظاہر بات ہے کہ خلق عظیم جس ذات کے اندر ہے تو خلق کریم بھی اس کے اندر ہے' خلق حسن بھی اس کے اندر ہے۔ وہ جامع ہے تمام مقامات اخلاق کا۔ تو علوم کے اندر بھی آپ ﷺ جامع ہیں کہ اولین و آخرین کے علوم آپ ﷺ کے قلب میں ہیں۔ اخلاق میں بھی آپ ﷺ جامع کہ تمام مقامات اخلاق آپ ﷺ کے قلب مبارک میں جمع کر دیئے گئے ہیں۔ تو علم کا بھی انتہائی مرتبہ دیا گیا کہ عالم بشریت میں اتنا بڑا عالم کوئی نہیں کہ جتنے آپ ﷺ ہیں۔ ''علم الاولين والاخرين'' اخلاق میں وہ مرتبہ کہ اتنا خلیق نہ اگلوں میں گزرا نہ پچھلوں میں گزرا۔ آپ ﷺ کا خلق نہایت ہی مکمل ہے۔

انتہائی نبوت

اب ظاہر ہے کہ جب نبوت کی بنیاد ان دو چیزوں پر تھی، ''کمال علم'' اور ''کمال اخلاق'' اور یہ دونوں چیزیں انتہائی طور پر آپ ﷺ کو عطا کی گئیں' تو نبوت بھی انتہائی ملنی چاہئے کہ اس کے بعد میں کوئی درجہ ہی باقی نہ رہے نبوت کا، کہ کسی کو لایا جائے اور نبوت کا درجہ طے کرایا جائے، اس لئے نبوت ختم کر دی گئی۔ یعنی حد کمال تک پہنچا دی گئی۔ کہ کوئی درجہ اب باقی نہ رہا کہ نبی کو لایا جائے اور وہ مقام پورا کرایا جائے۔ امت میں بڑے سے بڑے اقطاب پیدا ہوں گے۔ اولیاء پیدا ہوں گے۔ ابدال پیدا ہوں گے۔ انہیں کے ذریعے وہ کام لیا جائے گا جو پچھلی امتوں میں انبیاء

کے ذریعے سے لیا جاتا رہا ہے۔ فرق اتنا ہے کہ انبیاء معصوم ہوتے ہیں کہ گناہ سرزد ہی نہیں ہوسکتا تھا ان سے۔ اولیاء کرام معصوم تو نہیں ہوتے مگر محفوظ ہوتے ہیں۔ اللہ کی طرف سے ان کی حفاظت کی جاتی ہے کہ وہ کرتے نہیں گناہ۔ نفس میں اتنی قوت ہے کہ وہ مقابلہ کرتے ہیں پوری طرح سے گناہ کا، آنے نہیں دیتے گناہ کو اپنے پاس۔ اور کبھی پھسل جائیں تو اللہ کی طرف سے حفاظت ہوتی ہے۔ انہیں ڈالا نہیں جاتا گناہ کے اندر۔ تو معصوم نہیں ہیں مگر محفوظ ہوتے ہیں منجانب اللہ۔ تو اگر یہ انبیاء معصوم تھے تو اس امت کے اولیاء محفوظ بنائے گئے۔ اگر انبیاء کے ہاتھوں پر معجزے ظاہر ہوتے تھے تو اولیاء کے ہاتھوں پر کرامتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ جو معجزے کی ایک شاخ اور فرع ہے۔ وہ معصوم ہوتے ہیں۔ یہ محفوظ ہوتے ہیں۔ تو ایک قسم کی مماثلت اور مشابہت پائی جاتی ہے۔ اس امت کے اتقیاء کو انبیاء کے ساتھ۔ مقام نبوت کے تو نیچے ہیں۔ نبوت تو نہیں آسکتی۔ مگر کام جو نبیوں کے تھے وہ لئے گئے اس امت کے علماء سے۔

اس امت کے درویشوں نے، کام وہ کئے جو نبیوں کے ہیں۔ ایک نبی جہاں بیٹھ گئے۔ ملکوں کو ایمان سے رنگ دیا۔ تو ایک ربانی عالم جہاں بیٹھ گیا اس نے خطے کے خطے ایمان اور علم دین سے رنگ دیئے۔ کام کیا وہ جو نبیوں کا ہوتا ہے۔ بہر حال ختم نبوت کے معنی قطع نبوت کے نہیں نکلے کہ نبوت فنا ہوگئی۔ باقی نہیں رہی۔ بلکہ تکمیل نبوت کے ہوئے۔ کہ یہ نبوت اتنی قائم اور دائم ہے کہ قیامت تک کے لئے یہی نبوت کافی ہے۔

کامل نبوت

تو یہ مغالطہ ایک جاہلانہ مغالطہ ہوگا کہ جب نبوت ختم ہوگئی تو دنیا میں رحمت باقی نہ رہی۔ یوں کہا جائے گا کہ جب نبوت کامل ہوگئی تو رحمت بھی کامل ہوگئی۔ کہ انبیاء تو رحمت کے مجسمہ ہوتے ہی ہیں۔ اس امت کو بھی رحمت کا مجسمہ بنایا گیا اور حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا حدیث مبارکہ میں "امتی ھذہ امة مرحومة" "یہ میری امت امت مرحومہ ہے کہ امتوں پر وہ رحم و کرم نہیں کیا گیا جو اس امت پر رحم و کرم کیا جائے گا۔ چونکہ یہ امت مجموعی حیثیت سے قائم مقام ہے۔ سارے انبیاء کی اور خاتم الانبیاء کی۔ تو جو رحمت خاتم النبیین کو دی گئی تھی اس رحمت کا پر تو اس پوری امت پر ڈال دیا گیا کہ یہ امت مرحوم بن گئی۔ تو معلوم ہوا کہ ختم نبوت کے وہ معنی نہیں ہیں جو مغالطہ دینے والے دیتے ہیں کہ نبوت قطع ہوگئی۔ ختم ہوگئی۔ بلکہ نبوت مکمل ہوگئی۔ تو ختم نبوت کے معنی قطع نبوت کے نہیں ہے۔ تکمیل نبوت کے ہیں۔ کمال نبوت پیدا ہوگیا۔ جیسا میں نے عرض کیا کہ آفتاب نکل کر اگر یوں کہے کہ "انا خاتم الانوار" میں نے سارے نوروں کو ختم کر دیا۔ تو کیا یہ مطلب کہ

اب نور منقطع ہوگیا؟ دنیا میں اندھیرا پھیل گیا۔ آفتاب کے آنے سے؟ خاتم الانوار کہنے کے معنی یہ ہیں کہ نور مکمل کردیا میں نے۔ سارے ستاروں کا نور میرے اندر موجود ہے۔ اب کسی ستارے کی ضرورت نہیں۔ تو نور اور زیادہ قوی ہوگیا نہ یہ کہ ظلمت پھیلی۔ تو خاتم النبیین کے آنے کے بعد نبوت کے آثار اتنے مکمل ہوئے کہ قیامت تک وہ چلیں گے اب کسی نبوت کی ضرورت نہیں ہے کہ اس کے ذریعہ سے ان انوار کو پیدا کیا جائے۔

ختم نبوت کا انکار، کمال اسلام کا انکار

بہر حال اس سے معلوم ہوا کہ ختم نبوت اسلام کا ایک بنیادی عقیدہ ہے۔ اس کا انکار اگر کردیا جائے تو اسلام کے کمال کا انکار ہوگا، اسلام کا کمال باقی نہیں رہے گا۔ اسلام کی خصوصیات باقی نہیں رہیں گی۔ اس کا امتیاز باقی نہیں رہے گا۔ تو جو نبوت کا دعویٰ کرے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اسلام کو ناقص بنا کر پیش کرنا چاہتا ہے۔ وہ اس امت کو ناقص کرنا چاہتا ہے۔ تو یہ غلط ہوگا اس واسطے کہ یہ مغالطہ ہے۔ تو میں نے عرض کردیا کہ اس مغالطہ کی حقیقت سمجھ لی جائے۔ یہ محض غلط اندازی ہے۔ ختم نبوت کے معنی نہ سمجھنے کی وجہ سے۔ ختم نبوت کے معنی لے لئے انقطاع نبوت کے۔ قطع نبوت کے۔ حالانکہ ہیں تکمیل نبوت کے۔

انا لکم بمنزلة الوالد

تو بہر حال ثابت ہوا کہ ختم نبوت اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے۔ اس کا ماننے والا ہی اسلام کا ماننے والا ہے۔ اور اس سے انکار کرنے والا اسلام کا منکر ہے تو حق تعالیٰ شانہ نے اس کی حفاظت فرمائی۔ دعویٰ کیا کہ ”ما کان محمدا ابا احداً من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین “ محمد ﷺ تم میں سے کسی کے والد نہیں ہیں، وہ صرف خاتم النبیین ہیں۔ اور خاتم النبیین کا یہ مطلب ہے کہ قیامت تک جتنی اقوام جتنی امتیں آنے والی ہیں ان سب کو اگر دین اور ہدایت ملے گی تو اسی نبوت کی وجہ سے ملے گی۔ تو وہ گویا بمنزلہ اولاد کے ہوگئے۔ اور حضور ﷺ بمنزلۂ والد ماجد کے ہوگئے۔ اسی کو آپ ﷺ نے فرمایا۔ ”انا لکم بمنزلة الوالد“ میں امتوں کے حق میں بمنزلۂ باپ کے ہوں۔ اور سارے امتی میری اولاد کے درجہ میں ہیں۔ تو نسبی اولاد مراد نہیں بلکہ روحانی اولاد مراد ہے۔ تو سارے امتی روحانی اولاد ہیں نبی کریم ﷺ کی۔ اور آپ ﷺ والد ہیں۔ یعنی والد سے تقسیم ہوتی ہے جو اولاد میں آتا ہے۔ اخلاق آتے ہیں۔ علم آتا ہے۔ تو حضور ﷺ کی ذات بابرکات سے ساری امت میں علم اور اخلاق اور دین پھیلا۔

دو طریقوں سے ختم نبوت کی حفاظت

اس لئے ختم نبوت ایک بنیادی عقیدہ ہے۔ جس کی حق تعالیٰ نے حفاظت فرمائی۔ تو ایک تو قول کے ذریعہ سے حفاظت فرمائی جیسے اس قول میں دعویٰ کیا اور اور احادیث میں دعویٰ کیا گیا۔ ''انا اعطینا'' میں بتلایا گیا کہ عملاً بھی ہم نے حفاظت کی ہے ختم نبوت کی۔ اور وہ کس طرح سے کہ حضور ﷺ کے دو صاحبزادے پیدا ہوئے۔ ایک کا نام ابراہیم اور ایک کا نام قاسم تھا۔ اور لقب تھا ان دونوں کا طیب و طاہر۔ یہ دو صاحبزادے پیدا ہوئے۔ ان دونوں کی وفات ہو گئی۔ باقی نہیں رہے۔ تو نرینہ اولاد نہ رہی۔ اولاد آپ ﷺ سے چلی ہے تو حضرت فاطمہؓ سے چلی ہے۔ جو حضرت علیؓ کی اولاد ہے۔ مگر ماں کی طرف سے وہ سب حضور ﷺ کی اولاد ہے جن کو سادات کہا جاتا ہے۔ تو نرینہ اولاد نہ رہی آپ ﷺ کے۔ اور نہ رکھنے کا کیا مقصد تھا؟ حکمتیں تو ہزاروں ہیں اللہ ہی جانتا ہے۔ لیکن کھلی حکمت یہ ہے کہ اگر صاحبزادے زندہ رہ جاتے تو آبائی کرامت اس سے مختلف تھی کہ انہیں نبی نہ بنایا جاتا۔ نبوت کا مقام نہ دیا جاتا۔ اور اگر نبوت کا مقام دیا جاتا تو ختم نبوت ختم ہو جاتی۔ اس لئے اولاد کا ختم کر دینا گوارا کیا گیا۔ مگر ختم نبوت کا باطل کرنا گوارا نہیں کیا گیا۔ تو اولاد نرینہ کو زندہ نہیں رکھا گیا۔ کہ اگر زندہ رکھتے اور نبی نہ ہوتے تو حضور ﷺ کی شان میں توہین لازم آتی۔ اور بناتے نبی۔ تو ختم نبوت باقی نہ رہتی۔ تو حق تعالیٰ نے پہلے ہی اٹھا لیا۔ تو گویا مصلحت تھی۔

مشرکین کے طعنے

تو یہ ختم نبوت کی حفاظت ہوئی عملاً۔ آیتوں میں تو قولاً حفاظت کی گئی۔ اور عملاً حفاظت کی گئی۔ اس طرح کہ اولاد نرینہ زندہ نہیں رکھی گئی۔ اس سے مشرکین مکہ نے طعنہ زنی کرنا شروع کی اور کہا کہ بس جی نبوت تو ختم ہو گئی۔ وہ جو نبوت کے مدعی تھے۔ ان کی اولاد ہی زندہ نہیں رہتی۔ ایک پیدا ہوا وہ گزر گیا۔ دوسرا پیدا ہوا وہ گزر گیا۔ تو یہ مقطوع النسل ہو گئے۔ (العیاذ باللہ) اور دنیا والوں میں نسل اگر کسی کی منقطع ہو جائے تو وہ عیب سمجھا جاتا ہے کہ فلاں لاولد گزر گیا۔ تو مشرکین مکہ نے یہ طعنہ دینا شروع کیا کہ یہ نبی ہیں؟ یہ تو مقطوع النسل ہیں۔ اور قطع ہو گئی ان کی نسل، آگے ان کا نشان ہی نہیں رہے گا۔ آگے ان کا کوئی تذکرہ ہی نہیں رہے گا۔ جب اولاد باقی نہیں رہی۔

حق تعالیٰ کی تسلی

حق تعالیٰ نے اس کا جواب دیا۔ پہلی بات تو یہ فرمائی کہ آپ ﷺ دل گیر نہ ہوں۔ ان

کے طعنہ سے دل میں کوئی ملال نہ پیدا کریں۔ اگر اولاد اٹھالی تو مصلحت کے سبب سے تو "انـــا اعطینك الکوثر" "ہم نے آپ ﷺ کو کوثر عطا کیا۔ یہ کوثر ایک حوض ہے۔ قیامت کے دن تمام انبیاء کو حوض دیئے جائیں گے۔ اور میدان محشر میں پیاس انتہائی ہوگی۔ سورج آجائے گا سروں کے قریب اور سر گھومتے ہوں گے۔ اور پسینوں کا یہ عالم ہوگا کہ کوئی ٹخنوں تک غرق۔ کوئی ناف تک، کوئی گلے تک، کوئی بالکل سر تک، تو پسینہ انتہائی ہوگا۔ قبروں سے جب اٹھیں گے تو انتہائی پیاسے اٹھیں گے۔

لوگوں کے حلق میں خشکی ہوگی۔ زبان میں کانٹے پڑے ہوں گے۔ پیاس کا تقاضا ہوگا۔ تو پیاسے اٹھیں گے اور میدان حشر میں وہ پیاس اور بڑھ جائے گی۔ اوپر سے آفتاب کی گرمی اور نیچے سے زمین پر یہ سارے بنی آدم کھڑے ہوئے ہوں گے۔ اس طرح سے کہ کندھا سے کندھا جڑا ہوا ہوگا۔ جھکنے کی جگہ نہیں ہوگی۔ اربوں کھربوں بنی آدم اسی زمین کے اوپر ہونگے۔ زمین کے اوپر کوئی اونچائی نہیں ہوگی۔ پہاڑ نہیں رہیں گے۔ دریا نہیں رہیں گے۔

پوری زمین ایک تھالی کی طرح ہوگی۔ "کانها طبیقة فضة لا تری فیها عوجاً ولا امتـــاً" "زمین میں نہ کوئی ٹیڑھ ہوگا، نہ کوئی اونچ نیچ ہوگی۔ طباق کی طرح زمین ہوگی، جیسے چاندی کی ایک پلیٹ اور اس پر سارے بنی آدم کھڑے ہوں گے۔ قبروں سے پیاسے اٹھیں گے۔ آفتاب کی گرمی سے پیاس اور بڑھے گی اور جب باہم ٹھس ہو کر کھڑے ہوں گے اور پسینوں میں تر، تو پیاس اور زیادہ بڑھے گی۔ تو بیتاب ہوں گے پیاس میں۔ اس میں جو مؤمن ہوں گے اور انبیاء علیہم السلام پر ایمان لائے ہوں گے۔ تو ہر نبی کو جو حوض دیا جائے گا وہ اس سے پانی پئیں گے۔ جس سے ان میں سیرابی پیدا ہوگی۔ نبی کریم ﷺ کو عظیم ترین حوض دیا جائے گا۔ جس کے بارے میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ مکہ سے لیکر عدن تک جتنی مسافت ہے۔ اتنی مسافت کی لمبی اور چوڑی وہ حوض ہوگی۔ تو مکہ سے عدن تقریباً چارسو پانچ میل کے قریب ہے۔ تو اتنی ہی چوڑائی ہوگی۔ اور اتنی ہی لمبائی ہوگی اس حوض کی۔ اور فرمایا کہ اس حوض کے کنارے پر بڑے بڑے قبے ہونگے ایک ایک موتی کے۔ جن کے سائے بڑے بڑے محلات کی طرح سے ہوں گے اور وہ حوض کے کنارے پر کوزے ہونگے۔ پیالے ہوں گے۔ ستاروں کی مانند چمکتے ہونگے۔ اور اتنا ہی عدد ہوگا جتنا کہ ستارے ہیں۔

یہ مبالغۃً کہا گیا ہے۔ یا واقعی اتنا ہی عدد ہوگا جتنا ستاروں کا ہے۔ تو اس کے کناروں پر کوزے ہوں گے اور کنارے بھی سونے اور چاندی کے ہوں گے۔ یہ نہیں ہے کہ پانی پھیلا ہوا

ہے۔ اور وہاں لوگ کے چلنے سے سیر تر ہو رہے ہیں۔ وہ حوض اپنی جگہ ہوگا۔ کناروں پر بڑے بڑے محلات موتیوں کے ہوں گے اور سجے ہوئے ہونگے۔ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام وہاں جا کر پانی پئے گی۔

فرمایا گیا کہ اس حوض کا پانی سفیدی میں دودھ سے زیادہ سفید ہوگا۔ ٹھنڈک میں برف سے زیادہ ٹھنڈا ہوگا۔ اور مٹھاس میں شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا۔ تو عجیب وغریب اس پانی کی خصوصیات یہ ہوگی۔ فرمایا گیا کہ جو ایک گھونٹ اور جام بھی اگر پی لے گا تو پھر وہ کبھی پیاسا نہیں ہوگا میدان حشر میں۔

پیاس اس کی بالکل ختم ہو جائے گی۔ وہ آپ ﷺ کا حوض ہوگا تو تمام انبیاء سے بڑھ کر ہوگا وہ۔ رقبہ کے لحاظ سے بھی، پانی کی خاصیت اور رنگ دونوں کے لحاظ سے بھی ایک امتیازی شان ہوگی حوض کی اور اس سے امتی پانی پئیں گے۔ اس پہ آتے جائیں گے درجہ بدرجہ اور پانی پیتے جائیں گے۔ اور پیاس ان کی ختم ہوتی جائے گی۔ پھر میدان حشر میں کبھی انہیں پیاس نہیں لگے گی۔ حالانکہ میدان حشر میں پچاس ہزار سال کا ایک دن ہوگا۔ تو پچاس ہزار برس کی پیاس ایک دم زائل ہو جائے گی ایک جام میں۔ اور پھر اس میدان میں کبھی انہیں پیاس نہیں لگے گی۔ وہ یہ حوض ہوگا۔

مبتدعین کا حشر

آتے جائیں گے لوگ۔ بعض لوگ آئیں گے جماعتوں کی جماعتیں۔ اور آپ چاہیں گے کہ یہ پانی پئیں۔ تو ملائکہ انہیں دھکے دے کر نکال دیں گے وہاں سے۔ آپ ﷺ فرمائیں گے کہ یہ تو کلمہ پڑھتے تھے میرا۔ ملائکہ کہیں گے کہ: ”انك لا تدري ما احدثوا بعدك“ آپ کو پتہ نہیں ہے کہ آپ کے بعد انہوں نے دین میں کیا بدعات اور نئی نئی ایجادات نکالیں اور دین کی صورت مسخ کر دی ہے انہوں نے رسم ورواج کے تابع بنا دیا دین کو۔ آپ ﷺ کو علم نہیں ہے جو حرکتیں انہوں نے کی ہیں؟ اس لئے انہیں اجازت نہیں۔ تو آپ ﷺ فرمائیں گے۔ ”سحقاً“ پھٹکار ہو ان پہ لے جاؤ انہیں یہ اس قابل نہیں ہیں کہ میرے حوض سے پانی پئیں۔ غرض وہاں چند ہی لوگ پانی پئیں گے۔ جو دین کے پورے قائل، سنت کے قائل، احداث اور محدثات اور بدعات میں پڑے ہوئے نہ ہوں۔ ان کو دیا جائے گا پانی اور وہ سیراب ہوں گے۔

روحانی نسل

اور ظاہر بات ہے کہ اس میں مشرق ومغرب کے لوگ ہوں گے۔ امت تو فقط ایک

عرب تک ہی تو محدود نہیں۔ وہ تو عرب سے نکل کر پوری دنیا کی اقوام آپ ﷺ کی امت میں داخل ہے۔ اور ان میں مومن بھی ہیں۔ تو کوئی مومن مشرق کا' کوئی مغرب کا، کوئی جنوب کا، کوئی شمال کا، کوئی روم کا، کوئی چین کا، کوئی یورپ کا، کوئی ایشیاء کا۔ تو دنیا کے ہر خطہ کے انسان اس میں ہوں گے۔ اور وہ سب بمنزلۂ اولاد کے ہونگے۔ تو فرمایا گیا کہ اگر نرینہ اولاد نہیں رہی' تو اس سے بڑی اولاد جو آئے گی حوض کوثر پر' اتنی تو کسی کو میسر ہی نہیں اولاد۔ تو آپ کو کاہے کا دکھ ہے۔ کیسے یہ کہا گیا کہ آپ ﷺ مقطوع النسل ہیں۔ آپ کی نسل تو اتنی بڑی ہے کہ سارے عالم میں پھیلی ہوئی ہے۔ اور ایک ہی زمانہ میں نہیں' بلکہ قیامت تک جتنی اقوام آئیں گی' ان میں جو جو مومن بنتے جائیں گے۔ وہ سب آپ ﷺ کی اولاد میں داخل ہوں گے۔ آپ ﷺ نے خود ہی فرمایا: "انا لکم بمنزلة الوالد" میں تم سب کے حق میں بمنزلہ والد کے ہوں۔ تو جس والد کی اتنی اولاد ہو کہ اس کا شمار کرنا مشکل ہو۔ وہ مقطوع النسل کہلائیگا؟ اگر مادی نسل نہ دی تو ہم نے روحانی نسل وہ دی کہ عالم میں کسی کی نہیں۔

امت کی کثرت

چنانچہ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں فخر کروں گا اپنی امت کی کثرت پر۔ انبیاء کو اتنے افراد نہیں دیئے جائیں گے امت میں جتنے مجھ کو دیئے جائیں گے اس امت میں۔ حتیٰ کہ جب صفیں باندھی جائیں گی تو اسی ۸۰ صفیں ہوں گی۔ ساری دنیا کی اقوام جو اہل جنت ہوں گے۔ تو اس میں دو تہائی صفیں میری امت کی ہوں گی۔ ایک تہائی میں سارے انبیاء شامل ہوں گے۔ تو جس ذات اقدس کی اتنی روحانی ذریت ہو کہ مشرق اور مغرب اور ماضی اور مستقبل اور حال سب پر پھیلی ہوئی ہوں' زمان میں اور مکان میں اسے مقطوع النسل کہا جائے گا؟ تو کفار کہتے تھے کہ آپ ﷺ کی نسل مقطوع ہوگئی اور آپ مقطوع النسل ہیں۔ حق تعالیٰ نے جواب دیا۔ "ان شانئک هو الابتر" "تمہارے دشمن مقطوع النسل ہیں۔ تم مقطوع النسل نہیں ہو۔ باوجود اولاد ہونے کے ان کا کوئی ذکر عالم میں نہیں۔ مکہ کے بڑے بڑے رؤساء، ان کے اولادیں ہوئیں۔ دولتیں ہوئیں' آج کوئی نام نہیں جانتا۔ نام و نشان تک مٹ گیا۔

اور آپ ﷺ کی ذات ہے کہ آپ کا نام عالم میں ازل سے لیکر ابد تک مشہور ہے۔ قلب کے اندر موجود ہے۔ حتیٰ کہ دشمن بھی آپ کی حقانیت کے قائل ہیں۔ چاہے آپ کا دین مانیں یا نہ مانیں۔ تو ساری امتوں کے اندر آپ ﷺ کا چرچا پھیلا ہوا ہے۔

اور نہ صرف بعد والوں میں ہے کہ قیامت تک جو آئیں گے انہیں میں چرچا ہے' پچھلوں میں بھی چرچا ہے۔ اس لئے کہ آپ ﷺ کے صحابہؓ کا چرچا پچھلی امتوں میں بھی ہے۔ توراۃ میں فرمایا گیا کہ "تراهم ركعاً سجداً يبتغون فضلاً من الله ورضواناً" صحابہؓ کی شان یہ ہے کہ جب دیکھو رکوع میں یا سجدے میں یا دین کے کاموں میں دین کے سوا کوئی کام نہیں۔ پیشانیوں پر ان کے نشان پڑ گئے۔ سجدے کی وجہ سے۔ تو اندر کا نور باہر تک جھلک دیا تھا اور "سيماهم في وجوههم من اثر السجود" آگے فرماتے ہیں: "ذلك مثلهم في التورٰة ومثلهم في الانجيل" ان کا چرچا انجیل میں بھی ہے' توراۃ میں بھی ہے۔ تو حضور ﷺ کی ذات بابرکات بجائے خود ہے، آپ ﷺ کے صحابہؓ تک کا چرچا ہے پچھلی کتابوں میں پچھلی امتوں میں اور بعد والے تو خدام اور غلام ہیں ہی۔ ان میں اگر چرچا ہو تو اپنے غلاموں میں چرچا ہونا اتنا عجیب نہیں جتنا پچھلوں میں چرچا ہونا عجیب ہے۔ توراۃ اور انجیل سب میں ان کا ذکر ہے۔ اور آپ ﷺ کا بھی ذکر مبارک موجود ہے۔

بعد از خدا بزرگ

تو ازل سے لیکر ابد تک آپ ﷺ کا نام روشن ہے تو یہ جو بڑی بڑی نسل والے ہیں۔ اولادیں زیادہ ہیں۔ مگر کوئی نام تک لینے والا نہیں۔ مٹ مٹا گئے۔ اور آپ ﷺ کے نرینہ اولاد نہیں مگر روحانی ذریت اتنی ہے کہ قیامت تک اسی طرح آپ کا نام زندہ ہے۔ جس طرح کہ پہلوں میں زندہ تھا۔ تو "ان شانئك هو الابتر" آپ کے دشمن مقطوع النسل ہیں۔ آپ ﷺ مقطوع النسل نہیں۔ ان کے چرچے ختم ہو گئے۔ آپ ﷺ کا چرچا کبھی ختم نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے نام کے بعد آپ ﷺ ہی کے نام کا چرچا ہوگا۔ دنیا میں مؤذن اذان دیتا ہے۔ جہاں "اشهد ان لا اله الا الله" کہتا ہے وہاں "اشهد ان محمدا رسول الله" کہتا ہے۔ مکبر تکبیر کہتا ہے، تو جہاں جہاں شہادت توحید کی ہوتی ہے وہاں شہادت رسالت کی اور آپ کے نام پاک کی بھی ہوتی ہے۔ درود شریف پڑھا جاتا ہے تو اللہ کا نام آتا ہے۔ "اللّٰهم صل" وہیں آپ ﷺ پر درود بھیجا جاتا ہے تو "ورفعنا لك ذكرك" ہم نے آپ ﷺ کا ذکر بلند کیا کہ ہمارے نام کے بعد آپ ﷺ کا ہی ذکر ہے۔ عالم کے اندر آپ ﷺ سے بڑھ کر کون ہے مشہور دنیا کے اندر کون ہے جس کا ذکر اتنا پھیلا ہوا ہو اور وہ جو بڑی بڑی نسلوں والے تھے۔ آج کوئی نہ انہیں جانتا ہے اور نہ ان کی نسلوں کو۔ تو وہ ہیں مقطوع النسل یا آپ ﷺ ہیں مقطوع النسل؟ تو تسلی دی اپنے پیغمبر کو،

کہ "ان شانئك هو الابتر" آپ کے دشمن ہیں مقطوع النسل، آپ مقطوع النسل نہیں ہیں۔ یہ تو دنیا میں ہوا۔ اور آخرت میں یہ ہے کہ ہم نے حوض کوثر آپ ﷺ کو عطا کیا۔ مشرق اور مغرب کی اقوام جو مومن ہیں وہ پانی پئیں گی۔ وہ آپ ﷺ کی ذریت ہوں گی۔ تو قیامت تک آپ کی ذریت پھیلی ہوئی ہے۔ وہاں بھی آپ کا چرچا ہے فقط دنیا ہی میں آپ کا چرچا نہیں ہے۔ تو آپ ﷺ کیسے مقطوع النسل ہوں گے؟ بکنے دیجئے جو بک رہے ہیں کہ آپ مقطوع النسل ہیں۔ آپ کی نسل تو ابدی ہے۔ اور ازلی ہے جو چل رہی ہے۔ اور جب یہ بات ہے کہ آپ کو حوض کوثر دیا گیا کہ محشر میں آپ کا ذکر بلند' آپ کو ذریت دی گئی کہ دنیا میں آپ کا نام بلند۔ تو پھر آپ کا کام کیا ہونا چاہئے؟ اس سے ملال نہ رکھیں۔ آپ کا کام یہ ہو۔

توجہ الی اللہ اور قربانی

"فصل لربك وانحر" آپ نمازیں بھی پڑھیں۔ توجہ الی اللہ رکھیں۔ "وانحر" اور قربانیاں بھی کریں۔ یہ نفس کی عبادت ہے۔ گویا اپنے نفس کو قربان کر دینا۔ یہ تھا اصل۔ لیکن حق تعالیٰ نے یہ تکلیف نہ دی کہ خودکشی کر کے اپنی نسل ختم کرو۔ بلکہ فدیہ دے دیا کہ قربانیاں کرو وہ تمہارے نفس کا بدلہ سمجھا جائے گا۔ گویا تم نے اپنے ہی نفس کو ذبح کر دیا۔ تو جانی عبادت بھی آپ کریں اور نفسی عبادت بھی کریں۔ تو "فصل لربك وانحر" تو آپ نمازیں بھی پڑھیں اور نحر اور ذبیحہ بھی کریں جو نفس کی قربانی ہے' اور یہ جان کی مصروفیت ہے نماز میں۔ تو نماز اور قربانی دو چیزیں آپ ﷺ کے اوپر واجب کی گئیں یہ شکریہ کے لئے ہیں کہ آپ ﷺ کا نام پاک ہم نے بلند کیا دنیا میں بھی، اور آخرت میں بھی ہم نے بلند کیا۔ تو ہمارے سامنے جھکنا' یہی اس کا شکر ہے' وہ ہے نماز، اور ہمارے سامنے اپنے نفس کو قربان اور فدیہ دینا اور ذبیحہ کرنا یہ ہے آپ ﷺ کا شکر۔ تو اس سورہ مبارکہ میں ختم نبوت کی حفاظت عملاً کی گئی ہے۔ اور بتلایا گیا ہے کہ ختم نبوت ایسا بنیادی مسئلہ ہے کہ اللہ اسکی حفاظت کے درپے ہے۔ بندوں کا تو فرض ہے کہ اس کی حفاظت کریں۔ اور اس کی حفاظت یہی ہے کہ اس کا عقیدہ مضبوط رکھیں دل کے اندر۔ کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی آنیوالا نہیں ہے نبیوں کی جو فہرست ہے وہ مکمل ہو چکی ہے۔ اب نہ کوئی زائد ہوگا اس میں نہ کم ہوگا۔ یہ حاصل ہے اس سورۃ کا۔

کمال اسلام

تو "لایلف" میں واقعاتی تاریخ' سبب نزول تھا۔ اور "ارء یت الذی" میں اسلام

کی اخلاقی تاریخ سبب نزول تھا۔اور ''انا اعطینا ''میں آپ کی ذات سبب نزول ہے۔آپ کا عہدہ ختم نبوت ہے۔تو تینوں چیزیں مکمل ہوگئیں۔کہ تاریخ بھی مکمل۔اسلام کی واقعاتی یا اخلاقی تاریخ بھی مکمل۔کہ کوئی مذہب نہ لاسکا۔تاریخ اور ذات بھی اتنی مکمل کہ ختم نبوت ہوگئی۔اور کمالات نبوت ختم کردیئے گئے۔تو تینوں اعتبار سے اسلام کا کمال ثابت ہوا۔اور فرما دیا گیا۔

''الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا''

آج کے دن ہم نے اسلام کو تمہارے لئے مکمل کردیا۔نعمتیں بھی اپنی تمام کردیں تمہارے اوپر۔اور جب یہ بات ہے تو اب ہم اسلام کے سوا کسی دین سے راضی نہیں ہیں۔نجات منحصر ہے اسلام لانے میں۔غیر اسلام میں نجات کی کوئی صورت نہیں۔پچھلے ادیان کی حفاظت کے لئے آیا ہے اسلام۔تو پچھلے ادیان میں جتنی خوبیاں تھیں وہ سب اسلام نے جمع کردی۔اور جتنی خرابیاں امتیوں نے ڈالی تھیں ان سب کو ختم کرکے جو پھر سے لیا۔تو اسلام جامع ہے تمام سابقہ ادیان کا اور سابقہ شریعتوں کا اور آنیوالی شریعتیں وہی ہونگی جو آئمہ مجتہدین نکالیں گے اور وہ خود اس قرآن کی ذات بابرکات میں موجود ہیں۔تو اگلی شریعتیں بھی آپ ﷺ ہی کے نور سے پیدا ہوئیں۔اور اگلی شریعتیں جو بدلی ہیں اور اجتہادی ہیں وہ بھی آپ ہی کے نور سے پیدا ہوئیں۔تو اسلام ہر لحاظ سے کامل و مکمل ہے اور نعمتیں تمام کردی گئیں۔اس لئے مدار نجات اسلام ہے۔

اسلام آنے کے بعد کسی اور دین میں نجات نہیں ہے۔پچھلے ادیان کے اگر انبیاء بھی آجائیں تو انہیں بھی اتباع کرنی پڑے گی حضور ﷺ کی۔اس شریعت کی پابندی کرنی پڑے گی۔جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔''لو کان موسیٰ حیاً ''اگر حضرت موسیٰ بھی آج زندہ ہوتے تو انہیں بھی میری شریعت کا اتباع کرنا پڑتا۔اور حضرت عیسیٰ نازل ہوں گے تو اس شریعت کے مجدد کی حیثیت سے آئیں گے۔اسی شریعت پر خود بھی عمل کریں گے اور اسی شریعت پر دوسروں سے بھی عمل کرائیں گے۔

اس واسطے یہ شریعت بھی جامع، نبی بھی جامع، اور اسلام بھی جامع۔کسی میں کوئی گنجائش نہیں ہے کمی اور بیشی کی کہ ہم اسلام کے اندر کچھ چیزیں اضافہ کریں اور یوں سمجھیں کہ اب اسلام مکمل ہوا ہے۔یہ طعن ہوگا ختم نبوت پر۔تو یہ حاصل ہے اس سورۃ کا۔

بس جتنا اجمالاً بیان ہوسکتا تھا۔وہ بیان کردیا گیا۔دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے اس دین پر، پورا اثبات اور استقلال اور اسی دین پر زندگی دے اور اسی دین پر موت نصیب فرمائے۔آمین!